امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72 | مورخہ ۱۸ ؍رجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۱ ؍فروری ۲۰۲۲ء بروز سوموار | شمارہ نمبر 08

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، کتابوں کی دنیا
■ ملت کے مجاہد اور قوم کے مسیحا
■ پردہ، عورتوں کا زیور
■ کورے کاغذ کی حفاظت کیجئے
■ مدارس کے نصابات، اردو کی بقا
■ بیوہ عورت، اسلامی شریعت میں
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، بہشت رفتہ

بین السطور

معراج کا پیغام: امت مسلمہ کے نام

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

طائف کی گلیوں سے اوباشوں کے پتھر کھا کھا کر لہولہان جسم اور رئیسوں کے طعن و تشنیع سن سن کر ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ لوٹتے ہوئے نبی رحمت ﷺ نے آسمان کی طرف باچشم نم دیکھا، اور زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے:

"الٰہی اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں میں تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا، درماندہ اور عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے، مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کسی بیگانہ ترش رو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں، لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔"

زبان مبارک سے یہ کلمات نکل رہے تھے اور ادھر ملاء اعلیٰ میں ہلچل مچی ہوئی تھی کہ آج جو کچھ سوء و چشم فلک نے کا ہے کو دیکھا ہوگا، فرشتوں میں سرگوشیاں ہو رہی ہیں کہ آخر جس کے صدقے میں کائنات بنی اسے اور کتنے مظالم سہنے ہوں گے، رب کائنات کو بھی اس کی فکر تھی، اس لئے خالق کائنات نے اس شکستہ دل کی دل جوئی کے لئے طائف سے واپسی کے بعد ایسا نسخہ تجویز کیا کہ عروج نسل انسانی کی انتہا ہوگئی، زمان و مکان کے قید و حدود اٹھالئے گئے، تیز رفتار سواری براق فراہم کی گئی، مسجد اقصیٰ میں سارے انبیاء کی امامت کرائی گئی، اور پھر اس جگہ لے جایا گیا؛ جہاں جاتے ہوئے جبرئیل کے بھی پر جلتے ہیں، پھر قربت خداوندی کی وہ منزل بھی آئی جس کے بارے میں قرآن کریم نے **فکان قاب قوسین او ادنیٰ** کہہ کر سکوت اختیار کرلی، ساتوں آسمانوں کی سیر، جنت و جہنم کا معائنہ، انبیاء کی ملاقاتیں، اور پھر واپسی، کتنے گھنٹے لگے؟ کیا تیز رفتاری تھی؟ سب کچھ رات کے ایک حصے میں ہوگیا، اور صبح آپ ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ سے نکلے، اور لوگوں میں اس واقعہ کا اعلان کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تصدیق کرکے صدیق ہوگئے اور کچھ نے تکذیب کرکے اپنی عاقبت خراب کرلی، اور منافقین کے دل کی کدورتیں اور ایمان و اسلام سے ان کی دوری کھل کر سامنے آگئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس سفر میں، عالم قدس میں اپنی تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتوں کا نذرانہ پیش کیا، اور اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ پر اپنی سلامتی بھیجی، جو مومنین کے نمازوں کا جز ہوگیا، اللہ کے رسول، اس اہم موقع سے اپنی امت کو کیسے بھول سکتے تھے، فوراً ہی اس سلامتی میں مومنین وصالحین کو شامل کرلیا اور اس پورے مکالمے کا اختتام کلمۂ شہادت پر ہوا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

تحفے تو راتی اس سفر میں اور بھی ملے، ایسے تحفے جس سے مومنین بھی معراج کا کیف و سرور پا سکتے ہیں، یہ تحفہ نماز کا تھا، پچاس وقت کی نماز تحفہ میں ملی، قربان جایئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے، جنہوں نے بار بار بھیج کر تعداد کم کرائی اور بات پانچ پر آکر ٹھہری، ثواب پچاس کا باقی رہا، اور سب سے بڑی بات یہ کہ نبی ﷺ نے اعلان کیا کہ نماز مومنین کی معراج ہے۔ ہم واقعہ معراج پر سر دھنتے ہیں، دھننا چاہئے، لیکن اس واقعہ کا جو عظیم تحفہ ہے اس سے ہماری غفلت بھی لائق توجہ ہے، معراج کے واقعہ کا بیان، سیرت پاک کا اہم واقعہ ہے، ہم اس کو سن کر خوب خوش ہوتے ہیں، جلسے جلوس بھی منعقد کرتے ہیں اور اس خاص تحفہ نماز کو بھول جاتے ہیں جو ہمارے لئے آقا ﷺ لے کر آئے، اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ جہاں ہمیں کچھ کرنا نہیں ہوتا، وہاں ہم بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، اور جہاں کچھ کرنے کی بات آتی ہے ہم اپنی ذمہ داریوں کو بھول جاتے ہیں اور ان سے پہلوتہی کرتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو ہماری مسجدیں نمازیوں سے بھری رہتیں اور رحمت ونصرت کی وہ ہوا چلے گی جو باطل و اوہام کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائے گی۔

یہ حال تو ہمارا معراج کے اس تحفے کے ساتھ ہے جس کا ذکر معراج سے متعلق گفتگو میں بار بار آتا رہتا ہے۔ لیکن قرآن نے تو ﴿فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ﴾ کہہ کر ہمیں بتایا کہ باتیں اور بھی ہیں اور سورہ اسراء ہی میں بارہ احکام کے ذکر کے بعد ﴿ذٰلک مما اوحیٰ الیک ربک من الحکمۃ﴾ (یہ تمام باتیں دانش مندی کی ان باتوں میں سے ہیں جو خدا نے آپ پر وحی کی ہیں) کہہ کر واضح کر دیا کہ "ما اوحیٰ" میں کیا کچھ تھا، آئیے ان احکامات پر بھی ہم ایک نظر ڈالتے چلیں۔

۱۔ سب سے پہلا حکم یہ دیا گیا کہ شرک نہ کرو: کیوں کہ یہ بڑا ظلم ہے، وہ اللہ جو اس سارے کائنات کا خالق اور مالک ہے اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے، اللہ اس بارے میں اتنا غیور ہے کہ اس نے اعلان کردیا ہے کہ وہ اس گناہ کو معاف نہیں کرے گا۔ ﴿ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء﴾

۲۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو، ان کی عزت واطاعت کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو جھڑکنا تو بڑی بات ہے، اف تک نہ کہو، اور ان سے ادب سے باتیں کیا کرو، اور ان کے سامنے اپنے کندھے عاجزی اور نیاز مندی کے ساتھ جھکاؤ، اور ان کے لئے دعا بھی کرتے رہو کہ اے رب ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے مجھے صغرسنی میں پالا۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم ہے اور جس طرح اللہ کا شکر ضروری ہے، اسی طرح والدین کا بھی شکر گذار ہونا چاہئے، اس بارے میں احادیث بھری پڑی ہیں، لیکن ہم میں کتنے ہیں جو ان کا پاس و ادب قرآن کے مطلوب انداز میں کرتے ہیں حالانکہ مستدرک حاکم کی ایک روایت ہے کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے اور یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ حسن سلوک کے لئے ان کا مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔

۳۔ حق داروں کے حق کی ادائیگی کرو: والدین کے علاوہ بہت سے اعزہ و اقرباء، مسکین اور مسافر کے بھی حقوق ہم سے متعلق ہیں اور ہم ان کے ساتھ جو حسن سلوک کرتے ہیں یا کریں گے اصلاً یہ ان کے حق کی ادائیگی ہے ان پر احسان نہیں ہے۔

۴۔ فضول خرچی اور اسراف سے بچو: کسی گناہ کے کام میں اور بے موقع خرچ کرنے یا ضرورت سے زائد خرچ کرنے سے بھی منع کیا گیا، اسی کے ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا کہ اپنے ہاتھ بخالت کی وجہ سے گردن سے باندھ کر نہ رکھو اور نہ اس طرح کشادہ دست ہو جاؤ کہ فقر و فاقہ کی نوبت آجائے، خلاصہ یہ کہ افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اعتدال اور میانہ روی کی راہ اپناؤ۔

۵۔ مفلسی کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو: اس لئے کہ روزی ہم تم کو بھی دیتے ہیں ان کو بھی دیں گے، ان کا مارنا بڑی خطا ہے، دراصل اس حکم کا تعلق اللہ کی صفت رزاقیت سے جڑا ہوا ہے، بچوں کو اس خوف سے مار دینا یا ایسی ترکیبیں کرنا جس سے ان کی ولادت ممکن نہ ہو، اللہ کی صفت رزاقیت پر یقین کی کمی کا مظہر ہے، جب اللہ کا اعلان ہے کہ روئے زمین پر جتنے جاندار ہیں سب کا رزق میرے ذمہ ہے۔ اور میں رزق اس طرح دیتا ہوں جو بندوں کے وہم و گمان سے بھی بالاتر ہے، اس صورت میں مفلسی کے خوف سے اولاد کا قتل کرنا، کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔

۶۔ زنا کے قریب مت جاؤ: اس لئے کہ یہ بے حیائی کا کام ہے اور بری راہ ہے، حدیث میں ہے کہ زانی زنا کرتے وقت مسلمان نہیں رہتا، ایمان اس کے قلب سے نکل جاتا ہے، آج جس طرح فحاشی بے حیائی اور کثرت زنا کے واقعات پیش آرہے ہیں اس سے پورا معاشرہ فساد و بگاڑ میں مبتلا ہوگیا ہے، کاش اس حکم کی اہمیت کو ہم سمجھتے۔

۷۔ ناحق کسی کی جان مت لو: اس حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ قتل ناحق حرام ہے، اور یہ ایسا جرم عظیم ہے کہ اسے قرآن میں ساری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا، اسی طرح اگر کسی نے ایک جان کو بچالیا تو گویا اس نے بنی نوع انسان کی جان بچالی، اس حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آج بڑے پیمانے پر قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے۔

۸۔ یتیم کے مال کے قریب مت جاؤ: یتیم اپنی کمزوری اور کم سنی کی وجہ سے اپنے مال کی حفاظت نہیں کرسکتا، اس لئے بہت سے لوگ اسے سہل الحصول سمجھ کر ہڑپ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، اس حکم میں ہڑپ کرنے اور ناجائز تصرف کرنے کا معاملہ تو کیا؟ اس کے قریب جانے اور پھٹکنے سے بھی منع کیا، کمزوروں کی اس قدر رعایت صرف اسلام کا حصہ ہے۔

۹۔ اپنا عہد پورا کرو: معاہدہ کی خلاف ورزی سے بچو، اس لئے کہ وعدوں کے بارے میں بھی پرسش ہوگی یعنی جس طرح قیامت میں فرائض و واجبات کے بارے میں سوالات ہوں گے، ویسے ہی معاہدات کے بارے میں بھی سوال ہوگا، عہد کے مفہوم میں وعدہ بھی شامل ہے اسی وعدہ خلافی کو حدیث میں عملی نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱۰۔ ناپ تول میں پیمانہ اور ترازو کو ٹھیک رکھو: یعنی ڈنڈی نہ مارو اور نہ کم تولو، اس لئے کہ انجام کے اعتبار سے یہ اچھا اور بہتر ہے، اگر تم نے ناپ تول میں کمی کی تو جہنم کے "ویل" میں ڈالے جاؤ گے یہ تو اخروی عذاب ہے، دنیاوی اعتبار سے پیمانے اور اوزان ٹھیک رکھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ تجارت میں برکت بھی ہوگی۔ کاروبار بھی خوب چمکے گا۔

۱۱۔ جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل مت کرو: کیوں کہ کان، آنکھ اور دل سب کے بارے میں قیامت کے دن پوچھ گچھ ہوگی، ہمارا حال یہ ہے کہ ایک بات سن لیا اور بغیر کسی تحقیق کے اسے دوسروں سے نقل کردیا۔ یا اگر کچھ فائدہ نظر آیا تو اپنی زندگی میں اتار لیا، قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں خبر کی تحقیق کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم بغیر تحقیق کے کام شروع کردو گے تو بعد میں تمہیں ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا، حضور ﷺ نے صاف لفظوں میں اعلان کیا کہ **کفیٰ بالمرء کذبا ان یحدث ما سمعہ** کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس نے جو سنا ہے وہ بیان کردے، آج جب سنی ہوئی بات کو بغیر تحقیق کے نمک مرچ لگا کر بیان کرنے کا مزاج بن گیا ہے اور سنی سنائی باتوں پر عمل کی بنیاد رکھی جارہی ہے۔ تو ہمیں دنیا میں ندامت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور آخرت کی رسوائی الگ ہے، جہاں مجرموں کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور ان کے ہاتھ بولیں گے، پاؤں گواہی دیں گے کہ ان اعضاء سے کیسے کیسے کام لئے گئے۔ (بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

عروج وزوال کا خدائی قانون

اللہ کسی قوم کو جس نعمت سے نوازتے ہیں، اسے بدلتے نہیں ہیں، جب تک وہ خود اپنے اچھے کردار کو بدل نہ ڈالیں اور بے شک اللہ خوب سننے والے اور جاننے والے ہیں'' (سورہ انفال:۵۳)

مطلب: خالق کائنات نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین وآسمان اور چاند وستارے کی تخلیق کی اور اس کے ذریعہ دنیا کو بڑی رونق بخشی ہے، اسی نے زمین پر لہلہاتے پیڑ پودے اور ہرے بھرے درخت اگائے، اس کے اندر قوت نمو کی خاطر آسمان سے بارش برسائے، اس طرح کی مختلف قسم کی مخلوقات چرند وپرند کو پیدا کیا، ان میں سب سے بڑی مخلوق انسان کو پیدا کر کے دنیا کو آباد کیا، اور دنیا کی تمام چیزوں کو اس کے فائدے کے لئے بنایا اور ان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے انبیاء اور پیغمبروں کو مبعوث فرماتے رہے تاکہ انسان ایک صاحب کردار انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر سکے، اللہ نے روئے زمین کی تمام چیزوں کے استعمال کے لئے کچھ طبعی قوانین وضع کئے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی نہ کرے، فتنہ وفساد سے کوئی ماحول کو ہرگز خراب نہ کرے، اگر کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے یہ نعمت سلب کر لے گا، جیسا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت کا انکار کیا؛ چنانچہ قوت واقتدار کی جو نعمت انہیں صدیوں سے حاصل تھی وہ ختم ہو کر رہ گئی اور فرعون اور اس کے متبعین سمندر میں غرق کر دئے گئے، تاریخ کے صفحات میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ جب تک اس ملک کے باشندوں نے اصلاح اور تعمیر کئے ملک اس کے قبضہ میں رہا اور جب انہوں نے بگاڑ شروع کیا تو اللہ نے اس سے یہ منصب چھین لی، ایک زمانہ تک ہندستان میں آریاؤں کی حکومت تھی جب اس نے معاشرہ کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا تو اللہ نے اس سے یہ ملک چھین لیا اور وسط ایشیاء کی قوموں کے حوالہ کر دیا، جنہوں نے اس ملک کو خون جگر سے سینچا اور ترقی سے ہمکنار کیا، لیکن جب حکمران طبقہ جادہ اعتدال سے ہٹا اور بے راہ روی کا شکار ہوا تو یہ ملک انگریزوں کے قبضۂ تسلط میں چلا گیا، اس نے ڈیڑھ صدی تک حکومت کی، اس عرصہ میں اس نے بھی ملک کو لوٹا کھسوٹا حتی کہ یہاں کی معیشت کو تباہ وبرباد کر دیا جب یہ طبقہ بھی حد سے تجاوز کر گیا تو اللہ تعالیٰ نے ملک کو اس کے ہاتھوں سے چھین لیا اور اس ملک کو ایک بار پھر یہاں کے باشندوں کے حوالہ کر دیا، اللہ جس کو چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے،'' اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء'' یہی قانون قدرت ہے، آج انگریزوں کو ملک بدر ہوئے ۷۳/سال کا عرصہ گذر چکا ہے، اس ملک کے حکمراں طبقہ کو محاسبہ کرنا چاہئے کہ ان کے کردار وعمل سے ملک کی کیسی تصویر بن رہی ہے، ملک کے معماروں نے اس ملک کو ایک صاف ستھرا اور سیکولر آئین ودستور دیا تھا اس آئینہ میں اپنے چہرے کے عکس کو دیکھے کہ ملک کس رخ پر جا رہا ہے، کیا مذہبی منافرت اور ذات وپات کی سیاست سے ملک کمزور نہیں ہو رہا ہے؟ ایک طبقہ دوسرے طبقہ پر حملہ آور نہیں ہو رہا ہے؟ جس سے ملک کی اعلیٰ اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں، چند مٹھی بھر فرقہ پرست عناصر ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیلنے کے درپے ہیں، وقت آ گیا ہے کہ ملک کے امن پسند اصحاب فکر ونظر ملک کو انحطاط وزوال سے نکالنے کے لئے میدان عمل میں آئیں اور خدا کی بنائی ہوئی اس سرزمین پر انسانیت وشرافت کا پیغام سنائیں، تاکہ ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی ویکجہتی کا خوشگوار ماحول بن سکے اور ہر ایک کو پھلنے پھولنے کے مواقع میسر ہوں، ورنہ پھر ہم سب کو خدائی نظام کا انتظار کرنا چاہئے،'' ان الارض یرثھا عبادی الصالحون''

دوستی میں میانہ روی اختیار کیجئے

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال وعظمت کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے؟ میں آج ان کو اپنے سایہ (عرش الٰہی) میں جگہ دوں گا، آج میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا'' (صحیح مسلم شریف)

وضاحت: اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر کسی سے دوستی قائم کرنے سے ایمان ویقین میں پختگی اور کردار وعمل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے چونکہ اس کی دوستی نیک وصالح لوگوں سے ہوگی، جو اس کو خیر وبھلائی اور حسن اخلاق پر ابھارے گا، دوست کے اچھے صفات، غیر شعوری طور پر اس کے اندر منتقل ہوں گے، بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیک ہم نشیں کی مثال مشک کی جیسی ہے، مشک رکھنے والا یا تو تم کو خوشبو لگا دے گا یا تم اس سے عطر خریدو گے یا اس کے پاس سے اچھی خوشبو سونگھ ہی لو گے بھٹی چھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑوں کو جلا دے گا یا اس کے پاس سے بدبو تو سونگھ ہی لو گے (الحدیث) کیونکہ برے انسان کی دوستی سے گندگی اور بداخلاقی کی سیاہی منتقل ہوتی ہے جس طرح بھٹی کے دھویں سے سیاہی پھیلتی ہے، اس لئے انسان کو ہمیشہ نیک ودیندار لوگوں سے دوستی رکھنی چاہئے، اگر کبھی ان کی طرف سے کوئی ناگوار بات پیش آ جائے تو چشم پوشی سے کام لیا جائے اور کسی بھی حال میں دوستی کے رشتہ کو ٹوٹنے نہیں دینا چاہئے، حضرت امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی سے سچی محبت کرتا ہو تو اس کے عذر قبول کرے اور اس کے عیوب کی اصلاح کرے اور اس کی غلطیوں سے درگذر کرے، اس کا ایک دوسرا رخ یہ ہے کہ دوستی میں میانہ روی اختیار کرے، دوستی میں اس قدر آگے نہ بڑھ جائے کہ رازہائے سربستہ کو بھی افشا کر دے، بسا اوقات تعلقات میں ناہمواری آ گئی تو دوسرا دوست اس کے سارے راز کو کھول دے گا جس سے آپ کو ندامت وشرمندگی اٹھانی پڑے گی، بہت سے لوگ جاہ ومنصب کے لئے یا مالی فائدہ کی خاطر دوستی کرتے ہیں، ایسی دوستی سراب کی مانند ہوتی ہے جو دور سے دیکھنے میں خوشنما اور دلکش ہوتی ہے مگر حقیقۃ یہ دھوکہ ہے، ممکن ہے کہ اس سے وقتی لذت حاصل ہو جائے، کچھ دنیاوی فوائد حاصل ہو جائیں، مگر خود غرضی کی آمیزش سے عین ممکن ہے کہ مستقبل میں تعلقات کشیدہ ہو جائیں، راہ رسم کی لکیریں کمزور پڑ جائیں، پھر یہی دوستی دشمنی میں تبدیل ہو جائے، اس لئے دوستی کی بنیاد صرف اللہ سے محبت اور آخرت کے اجر وثواب پر رکھئے، اس میں نفسانی خواہشات کو ہرگز شامل نہ کیجئے اور یقین مانئے کہ ایسی ہی دوستی کامیابی وکامرانی کی ضمانت ہوگی۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

بے پردگی اور ہماری شرعی ذمہ داری:

آج کل عورتوں میں بے پردگی عام ہے، برہنہ سر اور نیم عریاں لباس میں راستوں اور بازاروں میں بلاضرورت گھومنا پھرنا، غیر محرموں سے میل جول اور ہنسی مزاق کرنا، غیر محرم مہمانوں کی ضیافت خود کرنا، ان کے سامنے آنا جانا کوئی عیب کی بات نہیں رہ گئی ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ محلّہ اور سماج کے دانشوران، داعیان دین، علماء کرام اور ائمہ مساجد سب ان چیزوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، لیکن کبھی روک ٹوک نہیں کرتے، جس کی وجہ سے بے حیائی عام ہوتی جا رہی ہے، سوال یہ ہے کہ پردہ کی شرعی حیثیت کیا ہے اور ایسے ماحول میں علماء، دانشوران، ائمہ مساجد اور عام مسلمانوں کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب و باللّٰہ التوفیق

شریعت مطہرہ میں پردہ فرض ہے، جس کی تفصیل اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر بیان فرمائی ہے، ملاحظہ فرمایئے۔

"قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم الخ"(سورۃ النور آیت ۳۰)

"و قل للمومنات یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن و لا یبدین زینتھن الخ"(سورۃ النور آیت ۳۱)، "ولا یضربن بأرجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن "(آیت ۳۱)

"ینساء النبی لستُنَّ کأحدٍ من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض و قلن قولاً معروفاً "(سورۃ احزاب آیت ۳۲)، "و قرن فی بیوتکن و لا تبرجن تبرج الجاھلیة الاولیٰ"(آیت ۳۳)، "یا أیھاالنبی قل لازواجك وبنٰتك ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن الخ"(آیت ۵۹)

ان آیات کریمہ میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تمہارا صحیح جائے قیام تمہارا گھر ہے۔ بیرون خانہ کی ذمہ داریوں سے تم کو اس لیے سبکدوش کیا گیا ہے، کہ تم سکون و وقار کے ساتھ گھروں میں رہو، اور خانگی زندگی کے فرائض ادا کرو۔ گھر سے باہر نکل سکتی ہو، لیکن بلا وجہ نہیں، ناگزیر ضرورت میں، بیرون خانہ بھی تمہیں اپنی عصمت وآبرو کی حفاظت کا پورا خیال رکھنا ہوگا، اس کے لیے ضروری ہے کہ تم بن سنور کر نہ نکلو، تمہارا حسن اور تمہاری زینت سب پردہ میں مستور ہو، تمہارے سروں پر حیا کی چادر یا نقاب ہو، کسی سے بات کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو سیدھے سادے انداز میں بات کرو، لچکدار اور رس بھری آواز میں (جو لوگوں کے دلوں میں گدگدی پیدا کر دے) بات کرنے کی بالکل اجازت نہیں ہے، نگاہیں نیچی رکھو اور مرد حضرات بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، بدنظری سے بچیں۔

لباس کے بارے میں فرمایا کہ: تمہارا لباس جہاں باعث زینت ہو وہیں تمہارے حسن اور جسم کے نشیب وفراز کے لیے ساتر بھی ہو۔ "یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواتکم و ریشاً"(الاعراف:۲۶)

ایسا لباس جس سے بدن جھلکے اور ستر نمایاں ہو، اسلام کی نگاہ میں پسندیدہ لباس نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے والا اور اس کے غضب کو دعوت دینے والا ہے۔

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: نساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤسھن کاسنمة البخت المائلة لا یدخلن الجنة و الایجدن ریحھا(صحیح مسلم باب النساء الکاسیات العاریات ۲/۲۰۵)"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی رہیں اور دوسروں کو رجھائیں، اور خود دوسروں پر ریجھیں اور بختی اونٹوں کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں، وہ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔

مردوں کو ہدایت دی کہ صاحب خانہ سے کچھ لینے کی ضرورت پڑ جائے تو پس پردہ مانگو۔ "و اذا سألتموھن متاعاً فسئلوھن من وراء حجاب (الاحزاب:۵۳)" یہ حد بندیاں اس لیے کی گئی ہیں تاکہ عورتوں اور مردوں کے درمیان خلط ملط اور بے تکلفی نہ ہو اور کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو، جو تقویٰ وطہارت کے خلاف ہو۔" ذٰلکم اطھر لقلوبکم و قلوبھن (الاحزاب:۵۳)"

لہٰذا صورت مسئولہ میں عورتوں کا برہنہ سر اور نیم عریاں لباس میں رہنا، بلاضرورت راستوں اور بازاروں میں گھومنا پھرنا، غیر محرموں سے ہنسی مذاق کرنا، ضیافت ومیزبانی میں خود غیر محرم مہمانوں کے سامنے آنا جانا، ان کو کھانا کھلانا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ ان ساری چیزوں سے احتراز لازم وضروری ہے۔

۲۔ جس مسلم معاشرہ میں بے پردگی رائج ہو، ایسے معاشرہ میں خواہ دانشور ہو، یا عالم، داعی ہو یا امام، ہر باشعور فرد کی شرعی اور اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ بے پردگی پر سخت نوٹس لے، اس پر روک لگائے، ورنہ اگر گناہ یوں ہی فروغ پاتا رہا اور کسی نے اصلاح حال کی کوشش نہیں کی تو عوام وخواص، مجرم وغیر مجرم کوئی بھی عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکے گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم ضرور بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے اور پھر تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ ہو (سنن ترمذی عن حذیفہؓ ج ۲ ص ۴۰ ابواب الفتن)''۔ شرح السنہ میں ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص جماعت کے گناہ کا عذاب عام لوگوں پر نہیں ڈالتے جب تک کہ ایسی صورت نہ پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے ماحول میں گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور ان کو یہ قدرت بھی ہو کہ اس کو روک سکیں، اس کے باوجود انہوں نے اس کو روکا نہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا عذاب ان سب کو گھیر لیتا ہے۔ (مشکواۃ المصابیح/ ۴۳۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلدنمبر 62/72 شمارہ نمبر 08 مورخہ ۱۸؍رجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۱رفروری ۲۰۲۲ءروزسوموار

رواداری

جس ملک میں مختلف مذاہب،تہذیب وثقافت اور کلچر کے لوگ بستے ہوں، وہاں دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے درمیان بقاء باہم کے اصول کے تحت ایک دوسرے کا اکرام واحترام ضروری ہے،مسلمان اس رواداری میں کہاں تک جا سکتا ہے اور کس قدر اسے برت سکتا ہے، یہ وہ سوال ہے جو ملک میں عدم رواداری کے بڑھتے ماحول میں لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے،اس سوال کے جواب سے ناواقفیت کی بنیاد پر سوشل میڈیا، ٹی وی اور دوسرے ذرائع ابلاغ پر غیر ضروری بحثیں سامعین، ناظرین اور قارئین کے ذہن ودماغ کو زہر آلود کرنے کا کام کر رہی ہیں، اس آلودگی سے محفوظ رکھنے کی یہی صورت ہے کہ رواداری کے بارے میں واضح اور صاف موقف کا علم لوگوں کو ہو اور غیر ضروری باتوں سے ذہن ودماغ صاف رہے۔

اسلام میں رواداری کا جو مفہوم ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے ،خندہ پیشانی سے ملا جائے ، ان کے انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے ، وہ ضرورت مند ہوں تو ان کی مالی مدد بھی کی جائے اور صدقات نافلہ اور عطیات کی رقومات سے ان کی ضرورتوں کی تکمیل کی جائے ، کسی کو حقیر سمجھنا اور حقارت کی نظر سے دیکھنا اکرام انسانیت کے خلاف ہے،اس لیے معاملہ تحقیر کا نہ کیا جائے اور نہ کسی غیر مذہب کا مذاق اڑایا جائے ، یہ احتیاط مردوں کے سلسلے میں بھی مطلوب ہے، اور عورتوں کے سلسلے میں بھی ، تاکہ یہ آپسی مذاق جنگ وجدال کا پیش خیمہ نہ بن جائے، معاملات کی صفائی بھی ہر کس وناکس کے ساتھ رکھا جائے ، دھوکہ دینا، ہر حال میں ہر کسی کے ساتھ قابل مذمت ہے اور اسے اسلام نے پسند نہیں کیا ہے،البتہ حالت جنگ میں اس قسم کے حرکات کی اجازت ہے،جس سے فریق مخالف دھوکہ کھا جائے ، دھوکہ دینا اور چیز ہے اور کسی عمل کے نتیجے میں دھوکا کھانا بالکل دوسری چیز۔

اسی لیے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو دھوکہ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے،ایسے تمام قوانین کا پاس ولحاظ بھی ضروری ہے، جو شریعت کے بنیادی احکام ومعتقدات سے متصادم نہیں ہیں، اگر کسی قسم کا معاہدہ کیا گیا ہے، زبانی یا تحریری وعدہ کیا گیا ہے تو اس کا خیال رکھنا چاہیے، کیونکہ ہمیں معاہدوں کا پاس ولحاظ رکھنے کو کہا گیا ہے، جن شرائط پر صلح ہوئی ہے، اس سے مکر جانا انتہائی قسم کی بددیانتی ہے،اسی طرح رواداری کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ ان تمام حرکات وسکنات سے گریز کیا جائے ، جس سے نفرت کا ماحول قائم ہوتا ہے اور قتل وغارت گری کو فروغ ملتا ہے،اس ضمن میں تقریر وتحریر بھی کچھ شامل ہے،کوئی ایسی بات نہیں کہی جائے جس سے فرقہ پرستی کی آگ بھڑکے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے ، جو فتنہ وفساد کا پیش خیمہ ثابت ہو،غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے آپسی میل جول کو بڑھایا جائے اور اپنے پروگراموں میں تقریبات میں دوسرے مذاہب والوں کو بھی مدعو کیا جائے ،تاکہ میڈیا کے ذریعہ پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جاسکے،افواہوں پر کان نہ دھرا جائے ، اور خواہ مخواہ کی بدگمانی دلوں میں نہ پالی جائے ، جلسے جلوس میں بھی نفرت انگیز نعروں سے ہر ممکن بچا جائے ، اشتعال انگیزی نہ کی جائے ، دوکانوں میں توڑ پھوڑ ،گاڑیوں کو جلانا وغیرہ بھی امن عامہ کے لیے خطرہ ہے، اس لیے ایسی نوبت نہ آنے دی جائے ، اور ہر ممکن اس سے بچا جائے ، دیکھا یہ جارہا ہے کہ جلوس میں دوسرے مذاہب کے لوگ گھس جاتے ہیں، مسلمان اپنی وضع قطع چھوڑ چکا ہے، اس لیے پتہ نہیں چلتا کہ جلوس میں شریک لوگوں میں کتنے فی صد مسلمان ہیں اور کتنے دوسرے ، پھر یہ دوسرے لوگ جو اسی کام کے لیے جلوس میں گھس جاتے ہیں، امن وامان کو تباہ کرنے والی حرکتیں کر کے جلوس سے نکل جاتے ہیں، بدنام بھی مسلمان ہوتا ہے اور نقصان بھی مسلمانوں کا ہوتا ہے۔

رواداری کے باب میں سب سے اہم یہ بات ہے کہ دوسرے مذاہب کے پیشوا اور معبودوں تک کو برا بھلا نہ کہا جائے ، کیوں کہ سب سے زیادہ اشتعال اسی عمل سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا الٹا اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ہمارے اللہ ورسول کو برا بھلا کہنے لگتے ہیں گویا ہمارا عمل اللہ ورسول کی توہین کا باعث بنتا ہے، کسی کو بتانا اور سمجھانا بھی ہو تو نرم رویہ اختیار کیا جائے ، جارحانہ انداز سے بچا جائے اور حکمت سے کام لیا جائے ، حکمت مؤمن کی گم شدہ پونجی ہے، جہاں بھی ملے اسے قبول کر لینا چاہیے، لے لینا چاہیے۔ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے اپنے وقت کے سب سے بُرے انسان کے پاس اپنے وقت کے سب سے اچھے انسان حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بھیجا تو نرمی سے بات کرنے کا حکم دیا۔

لیکن اس رواداری کا مطلب قطعا یہ نہیں ہے کہ ایسے نعرے لگائے جائیں جو کسی خاص مذہب کے لیے مخصوص اور ان کا شعار ہیں، چاہے لغوی طور پر اس کے معنی کچھ بھی ہوں ،عرف اور اصطلاح میں اس کا استعمال مشرکانہ اعمال کے طور پر کیا جاتا ہے،تو اس سے ہر حال میں گریز کرنا چاہیے، جے شری رام، بھارت ماتا کی جے اور بندے ماترم جیسے الفاظ دیش بھگتی کے مظہر نہیں، ایک خاص مذہب کے لوگوں کے طریقۂ عبادت کی نمائندگی کرتے ہیں، اس لیے مسلمانوں کو ایسے الفاظ کی ادائیگی سے احتراز کرنا چاہیے، کیوں کہ ان الفاظ کا استعمال رواداری نہیں ، مذہب کے ساتھ مذاق ہے۔بعض سادہ لوح مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے الفاظ کہنے سے ایمان واسلام پر کوئی فرق نہیں پڑتا وہ غلط فہمی میں ہیں، کیوں کہ مسلمان کا قول وفعل جیسے ہی اسلامی معتقدات کے خلاف ہوتا ہے، ایمان واسلام کی عمارت دھڑام سے زمین بوس ہو جاتی ہے، یہ بہت نازک اور حساس معاملہ ہے، اتنا حساس کہ مذاق کے طور پر بھی کلمات کفر کی ادائیگی نا قابل قبول ہوتی ہے، اس مسئلہ کو جبر یہ کلمۂ کفر پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ جبر کی شکل میں دل ایمان پر مطمئن ہوتا ہے، الفاظ صرف زبان سے ادا ہوتے ہیں، لیکن برضا ورغبت کی شکل میں یا تو وہ دین کو مذاق بنا رہا ہے، یا واقعتاً وہ ایسا کر رہا ہے، دین کا مذاق اڑانا یا کلمۂ کفر پر راضی ہونا، دونوں ایمان کے لیے مضر ہے اور دار وگیر کا سبب بھی۔

المیہ یہ ہے کہ ہمارا مسلمان بھائی جو اپنے کو غیر مسلم بھائیوں کے سامنے سیکولر بننے کے لیے مختلف مندروں اور گرودواروں میں جا کر پوجا ارچنا کرتا ہے، متھا ٹیکتا ہے، وہ اپنے دین ومذہب سے کھلواڑ کرتا ہے، رواداری ایک دوسرے کے تئیں احترام کے رویہ کا نام ہے، نہ یہ کہ ایسے اعمال شرکیہ کا جو خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش کے تقاضوں کے خلاف ہو، یہ رویہ زیادہ تر ہمارے سیاست دانوں میں پایا جاتا ہے، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس کو جان ودل، ایمان واسلام عزیز ہو، وہ اس گلی میں کیوں جائے، جایئے ضرور جایئے، خوب سیاست کیجئے، لیکن سیاست میں عہدے اور مال وزر کی حصولیابی کی غرض سے اپنا ایمان وعقیدہ تو برباد نہ کیجئے، تھوڑے مفاد کے حصول کے لیے حق بات کہنے سے گریز کا رویہ نہ اختیار کیجئے، اس لیے کہ دنیاوی عہدے جاہ ومنصب اور مفادات چند روزہ ہیں، اور آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیش کے لیے ہے، چند روزہ زندگی کے لیے ابدی زندگی کو برباد کر لینا عقل وخرد سے بعید ہی نہیں، بعید تر ہے۔

خانگی زندگی

انسان علمی، سائنسی اور تحقیقی میدان میں آگے بڑھ رہا ہے اور اس نے اپنے علم وعمل سے تسخیر کائنات کے قرآنی نظریہ اور الٰہی فرمان کو سچ کر دکھایا ہے، لیکن اس کے برعکس دین وشریعت سے دوری نے اس کی ذاتی زندگی کو اجیرن بنا رکھا ہے، خاندان ٹوٹ رہا ہے اور ذہنی سکون چھنتا جا رہا ہے، حالاں کہ اللہ رب العزت نے انسانی زندگی میں مرد وعورت کے نکاحی رشتے کو مودت ومحبت اور پر سکون زندگی کا سبب قرار دیا تھا، لیکن ہماری بے عملی، بدعملی اور اس رشتے کے احترام کی لازمی اہمیت کے نظر انداز کرنے کی وجہ سے گھر میں سکون وطمانینت جیسی کوئی چیز باقی نہیں رہی، بیش تر گھروں میں خانگی زندگی کو آپسی جھگڑے اور غلط فہمیوں نے برباد کر رکھا ہے، اس لیے گھر کے نظام کو درست کرنے کی ضرورت ہے، یہ درستگی گھر کو پر سکون بنانے کے لیے اصول کے درجے میں ہے، ہماری خانگی زندگی کی بے ترتیبی کے اثرات بچوں کی ذہنی نشو ونما پر پڑتے ہیں، ہم نے بچوں کی تربیت کا کام اسکولوں اور کونونٹوں کے ذمہ کر دیا ہے، جہاں اعلیٰ اخلاق اقدار کے فروغ کا کام تمام ہو چکا ہے، مادہ پرستی نے انہیں ایک صنعتی کارخانہ بنا دیا ہے جہاں نصاب پڑھا دیا جاتا ہے، اقدار نہیں پڑھائے جاتے ، ایسے میں ہماری ذمہ داری کافی بڑھ گئی ہے، ہمیں اپنے گھر کے نظام کو چست درست رکھنا ہوگا ، اور اس کے لیے ملکی قوانین وضوابط کی طرح کچھ اصولوں کو گھر میں رائج کرنا ہوگا ، تاکہ ہماری خانگی زندگی اور گھریلو نظام دوسروں کے لیے بھی اسوہ اور نمونہ بن سکے اور پر سکون ماحول میں بچے اچھی تربیت پا سکیں۔

سب سے پہلا کام یہ کرنا ہوگا کہ گھر کا ہر فرد نماز وقت پر ادا کرے، قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کرے، نماز بندگی، عاجزی، درماندگی، بے کسی اور بے بسی کے اظہار کا بڑا ذریعہ ہے، نماز کی پابندی سے تواضع اور انکساری پیدا ہوتی ہے اور اپنے کو بڑا سمجھنے کے بجائے اللہ کی بڑائی کا خیال ذہن ودماغ پر جمتا ہے، جو سارے جھگڑوں کے ختم کرنے کا سبب بنتا ہے، اس لیے کہ جھگڑے اپنی بڑائی کے خیال سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔

گھر کا ہر فرد کسی نہ کسی درجہ میں اپنے مقام مرتبہ اور حیثیت کے اعتبار سے انا کا شکار ہوتا ہے، اور اس انانیت کی وجہ سے وہ دوسرے لوگوں کو اپنے سے کم تر سمجھتا ہے، ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے، اس لیے معاملہ بگڑتا چلا جاتا ہے، یہ بیماری ختم نماز کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے، ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تواضع اختیار کریں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع کو رفع درجات کا سبب بتایا ہے۔من تواضع رفعہ اللہ

گھر کے ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے برائے مہربانی اور شکریہ کے کلمات کو رواج دینا چاہیے اس سے ایک دوسرے کی وقعت دل میں بڑھتی ہے، آتے جاتے سلام کے الفاظ دل کے دروازے ایک دوسرے کے لیے کھولتے ہیں، یہ آداب ملاقات بھی ہے اور لوگوں کے لیے سلامتی کی دعا بھی، گھریلو مسائل جو بھی ہوں انہیں آپس میں ادب واحترام کے ساتھ ایک دوسرے کو منتقل کرنا چاہیے، مار پٹائی، گالی گلوج، لعن طعن سے بچنا چاہیے، عورتوں اور بچوں پر ہاتھ اٹھانا انتہائی غلط حرکت ہے، یہ ہمارے خاندان کے کمزور افراد ہوتے ہیں، اور کمزوروں پر ہاتھ اٹھانا انتہائی بزدلی کی بات ہے، تنبیہ کی گنجائش تو ہے لیکن اس کا اسلوب بھی جارحانہ نہ ہو، اس لیے کہ یہی جارحیت خانگی زندگی کو جوالا مکھی اور آتش فشاں بنا دیتی ہے۔

خانگی نظام کو ٹھیک رکھنے میں ادب واحترام کے ساتھ خوش سلیقگی کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے، خوش سلیقگی یہ ہے کہ جب کوئی بات کرے تو توجہ سے سنی جائے ، خواہ وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو، اس سے اس کے اندر یہ احساس جاگے گا کہ میری بات توجہ سے سنی گئی اور اسے اہمیت دی گئی ، اہمیت کا یہ احساس گھروں میں جو باغیانہ تیور نئی نسلوں میں پیدا ہو رہے ہیں، اسے ختم کرنے میں معاون ومددگار ہوگا ، یہ سلیقہ گھروں میں نظر بھی آئے اس کا طریقہ یہ ہے کہ گھر کا ہر فرد اپنے ذمہ لازم کر لے کہ جو چیز جہاں سے اٹھائے گا وہیں رکھے گا ، دروازہ اور کھڑکی کھولا ہے تو ضرورت پوری ہونے کے بعد اسے بند بھی کرے گا ، رات کو بارہ بجے کے بعد کوئی جاگا نہیں رہے گا ، فضول گفتگو نہیں کرے گا ، رات کے اس حصہ میں وہاٹس ایپ اور دوسرے ذرائع کا استعمال بھی نہیں کرے گا ، یہ پابندی آپسی مجلسی گفتگو کے وقت بھی جاری رہے گی۔

انفرادی طور پر کھانے کے بجائے اجتماعی طور پر خورد ونوش بھی گھر کے ماحول کو سازگار بنانے میں انتہائی معاون ہوتا ہے، اور اس سے بہت ساری غلط فہمیوں کا دروازہ بند ہوتا ہے، اپنے ضروری کام خود انجام دے لینا بھی اسوۂ رسول ہے، اپنے چھوٹوں پر رعب ودبدبہ کے ساتھ حکم جمانا بچوں کی نفسیات کے لیے مضر ہے، البتہ تربیتی نقطۂ نظر سے ایسا ماحول بچوں کو فراہم کرنا چاہیے کہ وہ اپنے بڑوں کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اسے اپنی سعادت سمجھیں، در اصل یہ دوطرفہ الفت ومحبت کا معاملہ ہے، آپ چھوٹوں پر رحم کریں گے تو وہ اپنے بڑے کی توقیر کریں گے، گھر میں اگر وسعت ہو اور ہر ایک کے لیے الگ الگ کمرے مختص ہوں تو حتی الامکان دوسرے کے کمرے میں جانا اس کے سامان کو الٹ پلٹ کرنا بھی ممنوع ہونا چاہیے، جانا ضروری ہو تو دروازہ پہلے کھٹکھٹایا جائے ، سلام کیا جائے ، یہ سلام استیذانی کہلاتا ہے، سلام کا جواب مل جائے اور صاحب کمرہ استقبال کی پوزیشن میں ہو تو ضرور جانا چاہیے، بچوں کی تربیت کے لیے اچھے کاموں اور امتحان میں اچھے نتائج کے موقع سے حوصلہ افزائی بھی ضروری ہے، اس سے آگے بڑھنے کا حوصلہ اور جذبہ پیدا ہوتا ہے، گھر کے کسی فرد کی بیماری پر تیمارداری اور عیادت سے بھی آپسی محبت پروان چڑھتی ہے، اس لیے اس کام کو دوسری ضروریات پر مقدم رکھنا چاہیے، خانگی زندگی کو پر سکون رکھنے کے لیے اصول اور بھی ہیں فی الوقت اتنا ہی، باقی پھر کبھی۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا احمداللہ صادق پوری

بہار نہ صرف علم وادب کا گہوارہ رہاہے، بلکہ یہاں کی مٹی سے اٹھنے والے جیالوں نے اپنی جرأت وہمت، شجاعت وبہادری کا نقش چمن چمن قدم قدم، ڈگر ڈگر، قریہ قریہ، کوبکواور شہر درشہر چھوڑا ہے، جواں مردی، اولوالعزمی، حب الوطنی یہاں کی خمیر میں شامل ہے، اوراس کا ثبوت یہاں کے بے شمار مجاہدین آزادی ہیں، جن کی ان تھک جدوجہد اور بے مثال قربانیوں کی وجہ سے قافلۂ حریت ہمیشہ تیز گام رہاہے۔

تفصیل میں کہاں جایئے، صرف خاندان صادق پور کی خدمات کا ہی تذکرہ کیاجائے تو کئی جلدیں تیار ہوجائیں، لکھنے والوں نے لکھاہے اور تحقیق کرنے والوں نے کیاہے، اس کے باوجود حق ادانہ ہوا، ڈاکٹر امتیاز احمد ڈائریکٹر خدابخش خاں اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ نے بجالکھاہے:

''ہندوستان کوانگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے اورمذہب اسلام کوبدعات سے پاک وصاف کرنے میں الٰہی بخش، احمد اللہ، یحییٰ علی، فیاض علی، اکبرعلی، ولایت علی، عنایت علی وغیرہ......وغیرہ بزرگان صادق پور...... نے جس جیالے پن کا ثبوت دیاہے، حیرت ہے کہ کوئی تاریخ داں، ان کی بے لوث خدمات کا صحیح اور مکمل طور پر ذکر تک نہیں کرتا''۔ (سونیر مجاہدین صادق پور، بہارنمبر۳۳)

جیسا کہ ذکر ہوا، مولانا احمد اللہ صادق پوری، اسی خاندان کے گل سر سبد تھے اوران کی حیات وخدمات اور جنگ آزادی میں ان کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے ان حضرات کے ساتھ برتی گئی بے اعتنائی کا احساس شدید ہوتاہے، تاریخ کی کڑیاں ملانے کے دشوار گزار عمل کے بعد بھی خیال آتاہے کہ کہیں کوئی کڑی گم ہے اور حلقۂ سلاسل کو جوڑنے کا عمل مکمل نہیں ہوسکاہے۔ اس مقالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ مولانا احمد اللہ کی حیات مستعار اور جنگ آزادی میں خدمات مستزاد کا؛ مختصر مگر مکمل تذکرہ ہوجائے۔

مولانا احمد اللہ بن الٰہی بخش بن ہدایت علی جعفری کی ولادت ۱۲۲۳ھ مطابق ۱۸۰۸ء میں ہوئی، ابتدامیں نام احمد بخش تھا؛ لیکن سید احمد شہیدؒ نے ان کا نام بدل کر احمد اللہ رکھ دیا، اور یہی نام متعارف ہوا، ابتدائی کتابیں مولانا ولایت علی سے پڑھیں، اورحدیث کی سند بھی انھیں سے حاصل کی، درمیان کے چند مہ وسال مولانا منورعلی آروی کی شاگردی میں بھی گزرے، فراغت کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، توفیض عام ہوا، اورنامور شاگردوں کے ذریعہ دیرتک اور دورتک پھیلا۔ آپ کی ذکاوت، ذہانت، ہمت، دلیری، حمیت، قومی ہمدردی، اور حب الوطنی مشہور تھی۔ مولانا عبدالحئی حسنی نے الاعلام بمن فی تاریخ الھند میں لکھاہے:

"وکان رجلاً کریماً، عفیفاً دیناً کبیر المنزلة عند الولاة، جلیل القدر، یعیش فی اطیب بال وراغدحال" (ج۵ص۵۵)

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے لکھاہے:

''مولانا احمد اللہ اورمولانا یحییٰ علی سید صاحب کی جماعت کے رکن رکین اور پوری دعوت وتحریک کا مرکز تھے''۔ (سیرت سید احمد شہید ج۱ص۳۰۹ حاشیہ)

تذکرۂ صادقہ میں آپ کی عقل ودانش کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھاہے:

''آپ کی عقل ودانش کا اس قدرشہرہ تھا کہ گورنمنٹ انگریزی بھی آپ سے اکثر رفاہ عام کے کاموں میں مشورہ لیا کرتی تھی، آپ برابر کمیٹی کے رکن ممبر ہوا کرتے تھے، آپ حکام رس تھے، اورجلسۂ وائسرائے بہادر میں درجۂ اول میں شمار ہوتے تھے اکثر وہ مقدمات جورعایا اور گورنمنٹ کے درمیان آراضی کے متعلق ہوتے؛ مثلاً کوئی زمین حکومت کوخریدنی ہوتی تو اس کی قیمت کا فیصلہ آپ کے ہی سپرد ہوتا تھا اورآپ اس خوبی سے فیصلہ فرماتے کہ حاکم ومحکوم دونوں راضی ہوجاتے''۔ (ص۱۴۶)

جب انگریزوں نے انکم ٹیکس لگایا اوراس کی وصولی کا انتظام حکومت کی طرف سے کیاجانے لگا تو جوچار افراد اس کام کے لیے منتخب کیے گئے، ان میں آپ سرفہرست تھے۔ آپ کی تقریر اورتحریر ایسی مدلل، منطقی اور باوزن ہوتی کہ اس سے انکار کرنا مشکل ہوتا، ججوں کے درمیان اختلاف رائے کی صورت میں مقدمہ آپ کی رائے پر فیصل ہوتا، مولانا کے اس اثر ورسوخ کی وجہ سے کسی کوان پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسٹر ٹیلر کمشنر پٹنہ نے جب آپ کوگرفتار کیا اور تین مہینے نظر بند رکھا، بات اوپر تک پہنچی تو نہ صرف فوری آپ کی رہائی کا حکم ہوا؛ بلکہ مسٹر ٹیلر کمشنر پٹنہ کواس کے عہدے سے برخاست کردیا گیا۔

اس پہنچ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ انگریزوں سے ملے ہوئے تھے؛ بلکہ یہ کام کی حکمت عملی تھی، جس کا پتہ انگریزوں کو بہت بعد میں چل سکا۔ ڈاکٹر ہنٹر کو اس خاندان سے یہی شکایت تھی، ایک جگہ مولانا احمد اللہ کے چھوٹے بھائی مولانا یحییٰ علی (م فروری ۱۸۶۸ء) کے بارے میں لکھتاہے:

''یحییٰ علی اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا تھا، پٹنہ میں انگریزی حاکموں کے ساتھ اس کے تعلقات بہت اچھے تھے، اس کے خاندان میں سے ایک ہماری حکومت میں اعزازی عہدے پر مامور تھا اوردوسرا ہماری سرحد پر مجاہدین کی جماعت کی رہنمائی کررہا تھا، جوہماری فوجوں پر چھاپے ماررہی تھی''۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان، ص۴۸)

ہنٹر نے حکومت میں اعزازی عہدے پر مامور ہونے کی جوبات کہی ہے، اس کا تعلق مولانا احمد اللہ ہی سے ہے، جس کی تصدیق ''درمنثور'' کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

''اپنی ریاست کے نظم ونسق سرکاری سطح پر اہل شہر کی خدمت اوررفاہ عام کے مشاغل کے ساتھ درس کا سلسلہ بھی جاری رکھا''۔ (ص۵۷)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد جوحالات پیدا ہوئے، اس میں اس حکمت عملی کو دیر تک اور دورتک جاری رکھنا ممکن نہ ہوسکا، چنانچہ جلد ہی مولانا احمد اللہ اس حکمت عملی کوترک کرنے پر مجبور ہوئے اور وہ جو کہا گیا ہے کہ سرمونڈاتے ہی اولے پڑے، مسٹر ٹیلر نے مولانا کوگرفتار کرلیا، جس کا ذکر پہلے آچکاہے، تین مہینہ کی قید کے بعد رہائی ملی، مولانا پھر اپنی پرانی روش پر چل پڑے۔

مولانا کے چھوٹے بھائی مولانا یحییٰ علی؛ جو پٹنہ تحریک آزادی کے روحِ رواں تھے، اورسید صاحب کی شہادت کے بعد بھی پوری جرأت، دلیری، مستعدی، اور بلند حوصلگی کے ساتھ اس مرکز کے نظم ونسق کوسنبھالے ہوئے تھے، واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے مولانا احمد اللہ اور اپنے رفقاء کے ساتھ ۱۸۵۷ء کے بعد حریت کی چنگاری کو نہ صرف بجھنے سے بچانے کا کام کیا تھا؛ بلکہ جہد مسلسل سے اسے شعلہ جوالا اور آتش فشاں بنادیا تھا، جس کے پگھلے لاوے اور مادے ایک طرف برطانوی لشکر کونقصان پہنچا رہے تھے، دوسری طرف ان کے سارے خواب اس کے نتیجے میں جل کرخاکستر ہوئے جارہے تھے، ظاہر ہے اس کے نتیجے میں ہونا یہی تھا کہ اس تحریک کے قائد کو پابند سلاسل اورداخل زنداں کردیا جائے، چنانچہ ۱۸۶۴ء میں وہ گھڑی آگئی جب مولانا یحییٰ علی ایک بڑی جماعت کے ساتھ قید کرلیے گئے، ایسے میں اس مرکز آزادی کو جاری رکھنے اوراس کی خدمات کوتسلسل عطا کرنے کے لیے مولانا احمد اللہ کوکھل کر میدان میں آنا پڑا۔ انھوں نے جومثالی جدوجہد کی اس کے نتیجہ میں پٹنہ کے دارالاشاعت چھوٹا مال گودام سے سرحد تک جسے فوجی خفیہ زبان میں بڑا مال گودام کہتے تھے، مجاہدین کا تانتا لگ گیا، پنجاب کے وسیع وعریض علاقہ میں دوہزار میل (کلومیٹر نہیں) کی مسافت ان خطرات کے ساتھ طے کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا، جگہ جگہ انگریزوں نے جاسوسوں کا جال پھیلا رکھا تھا، اس سے قطع نظر وہ اپنے قد وقامت اور زبان کی وجہ سے بھی خطرہ میں پڑتے تھے؛ لیکن اس خطرناک کام کے لیے جومنصوبہ بندی کی گئی اور جس ہوش مندی سے کام لیا گیا، اس کا ایک نقشہ مسٹر ہنٹر نے یوں کھینچا ہے۔ لکھتاہے:

''تمام راستے پر جماعت خانوں کا سلسلہ قائم کردیا گیا، اوران کا انتظام معتبر مریدوں کے حوالہ کیا گیا، پتلی سڑک کومختلف حصوں میں تقسیم کردیا گیا تھا، اس طرح سرحدی کیمپ کوجانے والا ہر باغی مختلف صوبوں میں بے خطر چلا جاتا تھا، اس کویقین تھا کہ ہر پڑاؤ پر اس کوایسے دوست مل جائیں گے؛ جواس کے لیے چشم براہ ہیں، جماعت خانے جوراستے میں پڑتے، ان کے منتظم مختلف طبقات کے لوگ تھے، مگر تمام کے تمام انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے میں ہمہ تن مصروف''۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان، ص۱۳۵)

مرکزی کمان سنبھالے ابھی مولانا احمد اللہ کو کچھ ہی ماہ ہوئے تھے کہ ان کے خلاف انگریزوں نے شکنجہ کسنا شروع کیا، گرفتاری کے منصوبے بننے لگے؛ لیکن بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ثبوت کیسے فراہم ہو، کچھ گواہ مل جائیں تو اس میں بھی کامیابی نہیں مل رہی تھی۔ بقول ہنٹر:

''کیونکہ ان میں سے کسی ایک نے بھی گرفتار ہونے کے خوف سے یا کسی بڑے لالچ سے اپنے تباہ شدہ امام کے خلاف گواہی دینے پرآمادگی ظاہر نہیں کی''۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان، ص۱۳۶)

کوششیں جاری رہیں، اور بالآخر انگریزوں نے جھوٹی گواہی کے لیے میر مجیب الدین تحصیل دار ساکن نارنول کوکھڑا کیا اوراسے یقین دلایا کہ اگرتم نے ان قیدیوں میں سے کچھ کو بہلا پھسلا کرمولانا احمد اللہ کے خلاف گواہ بنادیا، تو رہائی کے ساتھ تحصیل داری بھی تمہیں لوٹادی جائے گی، اس لالچ میں اس نے قیدیوں کو بہلانا پھسلانا شروع کیا، لیکن قیدیوں کی سوچ یہ تھی کہ ہماری دنیا تو تباہ ہوہی چکی ہے، جھوٹی گواہی دے کراپنی آخرت کو کیوں تباہ کریں۔ اس سوچ کو حوصلہ مولانا یحییٰ علی اور مولانا محمد جعفر تھانیسری کی وجہ سے ملتا تھا، انگریزوں کو جب یقین ہوگیا کہ ان دونوں کے رہتے اس مہم میں کامیابی نہیں مل سکتی تو ان دونوں حضرات کوسینٹرل جیل لاہور روانہ کردیا گیا، اب میدان صاف تھا، چنانچہ محمد شفیع وعبدالکریم وغیرہ سرکاری گواہ بن گئے اوران کی گواہی کی بنیاد پر ماہ مئی ۱۸۶۵ء میں مولانا احمد اللہ کوحبس دوام بعبور دریائے شور مع ضبطی جائداد کی سزا سنائی گئی اس طرح ۵/جون ۱۸۶۵ء کوانڈمان میں جلاوطن اورقید کیے جانے والے آپ پہلے تاریخی شخص ہوگئے۔

انڈمان کی فضا انسانی زندگی کے لیے سازگار نہیں تھی، ۱۷۸۹ء میں اسے آباد کرنے کی کوشش کی گئی؛ لیکن ۱۷۹۶ء میں اس منصوبے کوترک کردینا پڑا، انگریزوں نے اس جزیرہ کا انتخاب اس لیے کیا تھا تاکہ مجاہدین یہاں گھٹ گھٹ کرمرجائیں؛ بلکہ موت سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہوں، صاحب اعلام نے اس مصائب آلام کے لیے جوتعبیر اختیار کی ہے اس سے آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، لکھتے ہیں: فالقوا علیه من المصائب ما تقشعر منها الجلود وا تقدر القلوب (الاعلام، ج۷، ص۵۵)

مولانا احمد اللہ جب انڈمان پہنچے تو انھیں ایک کچہری میں محرری کا کام سونپا گیا، آپ نے پانچ سال تک یہاں کام کیا؛ لیکن حب الوطنی کے نتیجے میں جوشدائد آنے تھے اور جن آزمائشوں سے گزرنا تھا، اس کی تکمیل ابھی نہیں ہوئی تھی، چنانچہ لارڈ میو وائسرائے ہند کے ایک مسلمان کے ہاتھوں قتل ہوجانے کے بعد انگریزوں کا غصہ مسلمان قیدیوں پراترا اوراکثر مسلمان دور دراز کے خطرناک جزیروں میں بھیج دیے گئے۔ مولانا احمد اللہ کوبھی وائر آئی لینڈ بھیج دیا گیا اور اسپتال کے ایک شعبہ میں خدمت کا کام سونپا گیا، یہاں سترہ سال آپ نے مصائب وآلام کے ساتھ گزارے، جہاں وہ بقول غالب ؎

پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو پرسانِ حال
اور مرجایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

کا منظر سامنے تھا، مولانا عبدالرحیم نے ان کی علالت کے پیش نظر بار بار درخواست کی کہ انھیں ابرڈین منتقل کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ ان کی تیمارداری کی جاسکے، بڑی جدوجہد کے بعد ۲۰/نومبر ۱۸۸۱ء کومولانا عبدالرحیم کووائٹر جانے کی اجازت دی گئی؛ لیکن ان کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی ۲۱/نومبر ۱۸۸۱ء مطابق ۲۸/محرم ۱۲۹۸ھ شب دوشنبہ کو بوقت ایک بجے مولانا کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ مولانا عبدالرحیم نے تدفین کے لیے ابرڈین لے جانے کی اجازت مانگی تاکہ انھیں ان کے حقیقی بھائی یحییٰ علی کے قریب ابرڈین میں دفن کیا جائے، یہ درخواست بھی رد کردی گئی، چنانچہ ڈنڈاس پیٹ میں جوواٹپر (وپیر) سے تھوڑی دوری پر ہے، تدفین عمل میں آئی اوراس طرح اسلام کا یہ جاں باز سپاہی دیارِ غیر میں قیامت تک کے لیے آسودۂ خاک ہے، اوروطن کی دوگز زمین بھی اسے میسر نہ آسکی۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی کی خوش طبعی

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی نویں صدی ہجری کے ایک صاحب فکر ونظر عالم دین، صاحب فن شاعر اور جلیل القدر بزرگ ہیں، آپ ایران کے شہر خراسان کے قصبہ جام میں ۸۱۷ھ مطابق ۱۴۱۴ء میں پیدا ہوئے، اسی مناسبت سے جامی کہلائے، ابتدائی نشو ونما اور تعلیم وتربیت اپنے والد ماجد حضرت مولانا نظام الدین کے زیر سایہ پائی، بعد ازاں ہرات اور سمرقند کے ماہر فن علماء واساتذہ سے کسب فیض کیا اور مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کی، عہد طالب علمی میں ہی آپ کی علمی شہرت اور فنی مہارت بوئے گل کی مانند پھیلنے لگی، علماء وعوام میں قدر ومنزلت کی نظروں سے دیکھے جانے لگے، اسی زمانے میں آپ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ کو طریقت وسلوک کی طرف متوجہ ہونے کا اشارہ کیا جارہا ہے، چنانچہ آپ نے حضرت شیخ سعد الدین کاشغری نقشبندی اصلاحی تعلق قائم کیا اور جلد ہی شرف خلافت سے سرفراز ہوئے، روحانی فیض حاصل کرنے کے بعد آپ کی زندگی کا رنگ وڈھنگ ایسا بدلا کہ خلاف سنت کسی چیز کو برداشت نہیں کرتے، آپ نہایت کرتے، آپ نہایت حلیم وبردبار اور نیک طبیعت انسان بھی تھے، کم گو تھے، لیکن خوش اخلاق وخوش مزاج تھے، طبیعت میں ظرافت بھی تھی ان کی ظرافت طبع کے کئی واقعات نظروں سے گذرے، آپ بھی دو چند واقعات سے لطف اندوز ہوئے، ایک دفعہ ایک مہمل گو شاعر مولانا جامی کے پاس آیا اور اپنے سفر حجاز کی داستان بیان کرنے لگا اور کہا کہ جب میں خانہ کعبہ پہونچا تو میں نے اپنے اشعار کے دیوان کو برکت حاصل کرنے کے خیال سے حجر اسود پر مل دیا، مولانا جامی نے فرمایا کہ اگر آب زمزم میں ملتا تو بہتر تھا، ایک شاعر نے مولانا کے سامنے ایک غزل بڑے ترنم سے پڑھی اور کہا میں چاہتا ہوں کہ اس غزل کو شہد کے دروازے پر آویزاں کردوں تاکہ ہر خاص وعام میں مقبول ہوجائے اور مجھے شہرت حاصل ہو، مولانا جامی نے فرمایا کہ لوگ کسی طرح سمجھیں گے کہ یہ غزل تیری ہی ہے، ہاں اس کے لئے تجھے اشعار کے پہلو میں آویزاں ہونا چاہئے، آپ کے طنز ومزاح میں اثر انگیزی کے ساتھ عبرت آموز بھی ہے، مولانا جامی نے عربی اور فارسی میں متعدد کتابیں تصنیف کیں، کہا جاتا ہے کہ ۷/۸ درجن سے بھی زیادہ ہے، لیکن ان میں نفحات الانس اور تحفۃ الابرار کو قبولیت عام حاصل ہوئی، درس نظامیہ میں پڑھائی جانے والی مشہور کتاب ''شرح جامی'' کو کافی شہرت ملی، یہ کافیہ کی شرح ہے اور اپنے موضوع پر بڑی مستند کتاب ہے، اسی طرح نفحات الانس احسان وسلوک اور تصوف واخلاق پر نہایت جامع کتاب ہے، اس میں مولانا جامی نے اولیاء اللہ کی ولایت وکرامت پر عمدہ بحث کی ہے، جس سے بہت سے گم گشتہ کو راہ ہدایت نصیب ہوئی، اللہ رب العزت نے جب مولانا جامی کو حج وزیارت بیت اللہ سے شرفیاب کیا تو واپسی کے بعد عشق ومحبت میں ڈوب کر ایک قصیدہ لکھا جو فارسی ادب میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

دادمرالنعمت توفیق حج ‏ ‏ ‏ ‏ من قرع الباب ولج ولج

مجھ کو توفیق کے سرفراز فرمایا جس نے بھی دروازہ کھٹکھٹایا اور چمٹ گیا وہ ضرور داخل بیت اللہ ہوگی

درحرم خویش مرارہ نمود ‏ ‏ ‏ ‏ زنگ ظلام از دل گمرہ زدود

اپنے حرم میں داخلہ کے لئے مجھ کو راستہ دیا اور قلب گمراہ سے تاریکی کا زنگ دور فرمایا

دادمرادرحرم خود مقام ‏ ‏ ‏ ‏ ساخت مراطائف بہت الحرام

مجھ کو اپنے حرم میں جگہ دی اور مجھ کر بیت الحرام کا طواف کنندہ بنایا

ان کے اشعار میں فلسفہ حیات بھی ہے اور عشق کی پیش بھی، دنیا کی بے ثباتی کا کرب بھی اور حوصلہ واستحکام بھی بلاشبہ ان کی غزلیات اپنی شیرینی، لطافت کی انگیبنی اور سادگی کی آمیزش کے لئے ہمیشہ اہل ذوق سے خراج تحسین حاصل کرتی رہیں گی ؎ خدارحمت کنداس عاشقان پاک طینت را کہ ۸۱؍سال کی عمر میں ۸۹۸ھ میں ہرات میں وفات پا گئے۔

صدقہ جاریہ کی وجہ سے مغفرت ہوگئی

اخلاق محسنی میں ایک واقعہ پڑھا کہ ایک شخص نے درخت لگایا، وہ درخت تناور ہوا، اس کی شاخیں اور ڈالیاں پھیل گئیں، اس کے بعد وہ آدمی مرگیا، عرصہ گذرنے کے بعد کوئی مسافر وہاں سے گذر رہا تھا، سخت گرمی تھی، لُو چل رہی تھی، تھکا ماندہ تھا، اس درخت کے سایہ میں بیٹھا، تھوڑی دیر آرام کیا، جب ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں لگیں تو اس نے راحت محسوس کی اور دل سے کہا کہ اے اللہ جس نے یہ درخت لگایا اس کی مغفرت فرمادے، بعد میں کسی نے اسے درخت لگانے والے آدمی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ میرے اعمال تو بہت اچھے نہیں تھے، البتہ جو درخت میں نے لگایا تھا، کوئی مسافر وہاں آیا اور کھانا وغیرہ کھا کر تھوڑی دیر آرام کیا، اس کے بعد اس نے دعا کی کہ اے اللہ جس نے یہ درخت لگایا ہے اس کی مغفرت فرمادے اللہ تعالیٰ نے اس کی دعاء کی برکت سے میری مغفرت فرمادی، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ رفاہ عام کے کاموں سے اللہ بہت خوش ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے مغفرت فرمادیتے ہیں۔

اورنگزیب کی بیٹی کا دلچسپ واقعہ

ایران کے کسی شاعر نے شعر کا ایک مصرع کیا، دوسرا مصرع ذہن میں نہیں آرہا تھا کہ شعر مکمل ہو، بیچارہ بہت پریشان تھا، مصرع یہ تھا ؎

درابلق کسے کم دیدہ موجود

ایسا موتی جو سفید ہو لیکن سیاہی کامل ہو یعنی سرمئی کلر کا موتی کم یاب ہے، کم یافت ہے، اس کی خبر کہیں سے زیب النساء کو لگ گئی جو اورنگزیب کی بیٹی تھی کہ ایک شاعر ہے جو بہت پریشان ہے اس کے شعر کا دوسرا مصرع نہیں بن رہا ہے، اس کے دوسرا مصرع بنا کر کسی کے ذریعہ شاعر کے پاس بھجوادیا

وِلے اشک مبّان سرمہ آلود

اب شعر اس طرح مکمل ہوگیا ؎

درابلق کسے کم دیدہ موجود ‏ ‏ ‏ ‏ والے اشک بتان سرمہ آلود

یعنی ایسا نہیں ہے کہ سفید موتی کم یاب ہے بلکہ اس کی یافت بہت آسان ہے وہ اس طور پر کہ اپنے محبوب کی آنکھوں میں وہ سرمہ لگوادو جو لگنے والا ہو اس کے بعد اس کی آنکھوں سے جو پانی گرے گا وہ سفید سیاہی مائل کلر ہوگا، یہی تو درابلق ہے، جب شاعر کا شعر اس مصرع سے مکمل ہوگیا تو اتنا خوش ہوا کہ پوچھئے مت، اب شاعر کو اس دوسرے مصرع کے بنانے والے شاعر سے ملاقات کی بے چینی بڑھی وہ بے قرار رہنے لگا، اس سے قراری کی خبر زیب النساء کو لگی اس نے اس کے جواب میں ایک شعر لکھ کر بھیج دیا ؎

در سخن مخفی نم چوں بوئے گل دربرگ گل
ہرکہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

میں اپنے کلام میں اسی طرح چھپی ہوں جیسے گلاب کی خوشبو گلاب کی پنکھڑیوں میں چھپی رہتی ہے، جو مجھے دیکھنے کا خواہشمند ہو وہ مرے کلام کو دیکھ لے، اس شعر کے بعد شاعر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا، لیکن دیدار نہیں ہوسکا، ہیرے کی قدر جوہری جانتا ہے، عام آدمی کیا جانے؟

عورتیں حالت حمل میں احتیاط برتیں

ایک بزرگ کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کی اہلیہ حمل تھیں، بزرگ صاحب نے نصیحت کی کہ حالت حمل میں کوئی ایسی حرکت مت کرنا جس سے بچے کے قلب پر غلط اثر پڑے، بیوی نے بہت احتیاط کی، نماز وتلاوت اور ذکر واذکار کا خصوصی اہتمام کیا، لڑائی جھگڑنے سے پرہیز کی، بچہ پیدا ہوا اور اس کی تربیت کا اہتمام بھی کیا گیا، وہ بچہ جب کھیلنے کودنے لگا تو ایک دن اس نے چوری کی یہ خبر سن کر بزرگ کو حیرت ہوئی کہ اتنی احتیاط کے بعد بھی بچہ کے اندر چوری کی صفت اور عادت کیسے آئی، معلوم ہوتا ہے کہ حالت حمل میں اہلیہ صاحبہ نے کوئی حرکت کی ہے، انہوں نے اہلیہ سے دریافت کیا کہ تم سے کوئی ایسی ناگفتہ بہ حرکت تو نہیں ہوئی، تھوڑی دیر کے بعد بیوی نے کہا کہ حالت حمل میں ایک غلطی ہوگئی تھی، جو خاص غلطی میں نے نہیں سمجھی، ممکن ہے اسی کا اثر بچہ میں آیا ہو، وہ غلطی یہ تھی کہ ہمارے پڑوسی کے آنگن میں جو بیر کا درخت لگا ہوا ہے اس کی کچھ ٹہنیاں ہمارے گھر کے آنگن میں پھیلی ہوئی ہیں، ایک دن میں نے ایک بیر بغیر مالک کی اجازت کے کھالیا، حضرت نے فرمایا کہ یہ تونے چوری کی تھی اسی کا اثر ہمارے بچے کے اندر آیا ہے، جب ایک بیر کے کھانے کا یہ اثر تو بغیر اجازت مالک دوسری چیزوں کے کھانے کا اثر کیوں نہیں ہوگا؟ اگر حمل کے زمانے میں عورتیں احتیاط کریں اور پیدائش کے بعد ان کے سامنے نازیبا حرکتیں نہ کریں اور ان کی اسلامی طور طریقے پر تعلیم وتربیت کریں تو آج بھی انہیں ماؤں کی گود میں اولیاء اللہ پیدا ہوسکتے ہیں۔

عبرت ونصیحت

حضرت امام زمخشری تفسیر ولغت کے بہت بڑے امام گذرے ہیں، ان کی تفسیر کشاف بہت مشہور رہے، اس کے علاوہ بھی کئی تصنیفات ہیں، آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک پاؤں کٹا ہوا تھا، جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو ارشاد فرمایا کہ والدہ ماجدہ کی بددعا کا نتیجہ ہے، وہ اس طرح کہ میں نے اپنے بچپن میں ایک گوریا پکڑی اور اس کے پاؤں میں دھاگا باندھ دیا اس کی وجہ سے اس نازک چڑیا کا نازک پیر کٹ گیا، یہ دکھ کر والدمحترم پر بہت اثر ہوا اور ان کی زبان مبارک سے نکل گیا کہ جس طرح تو نے اس غریب چڑیا کا پیر کاٹا ہے، تیرا بھی پیر کٹے گا، چنانچہ حضرت امام زمخشری نے جب بخارا کے طلب علم کے لئے سفر کیا تو راستہ میں کسی سواری کے نیچے آگئے اور ان کی ایک ٹانگ ضائع ہوگئی۔

غیبی مدد

حکم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے ایک واقعہ لکھا کہ ایک بزرگ صاحب کہیں جارہے تھے، دیکھا کہ ایک بچھو تیزی سے کہیں جارہا ہے، یہ بھی اس کے پیچھے لگ گئے، ان کو ایسا معلوم ہوا کہ یہ بچھو کسی کام پر من جانب اللہ مامور ہے، راستے میں ایک نالہ آیا، بچھو تیزی سے اس کو بھی عبور کرگیا، دیکھا کہ سامنے ایک باغ ہے، اس میں جارہا ہے، پھر دیکھا کہ ایک بزرگ باغ میں سورہے ہیں، ادھر سے ایک سانپ کاٹنے کے لئے بھی تیزی سے آرہا ہے، جب سانپ اس شخص کے پاس پہونچا تو اس نے سر کاٹنے کے لئے اٹھایا، فوراً بچھو نے سانپ کو ایک ڈنک مارا سانپ پانی پانی ہوگیا، انہوں نے ان کو اٹھایا، وہ کسی طرح سانپ کے زہریلے اثرات سے محفوظ ہوگئے۔

چہرے کی سیاہی دور ہوگئی

حضرت جنید بغدادی (المتوفی ۲۹۷ھ) کبار اولیاء وصوفیاء کے سرخیل تھے، وہ اپنے شاگردوں پر گہری نظر رکھتے تھے، بصرے میں ان کا ایک شاگرد تھا، جو ذرا آزاد خیال تھا، اس کے پڑوس میں ایک خوش شکل کنیز تھی، جو اس کی طرف دیکھ کر مسکراری رہتی تھی، ایک دن شاگرد کے دل میں لمحے بھر کے لئے گناہ کا خیال پیدا ہوگیا اور اسی لمحے اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا، اس نے بہت کوشش کی کہ سیاہی کسی طرح ختم ہوجائے لیکن وہ اپنا چہرہ جتنا زیادہ رگڑتا، سیاہی اتنی ہی بڑھتی جاتی، تین روز اسی طرح گذر گئے، شاگرد رو رو کر شیخ کو یاد کرتا اور اللہ سے دعاء مانگتا کہ شیخ کے طفیل میں اسی کا گناہ بخش دے، چنانچہ رفتہ رفتہ وہ سیاہی دور ہونی شروع ہوگئی اور چند ہی روز میں چہرہ بالکل صاف ہوگیا، اسی دوران اسے شیخ کا ایک خط ملا، میرے بیٹے! آئندہ کوشش کرنا کہ خدا کی بارگاہ میں ہمیشہ باادب رہو، تمہاری خاطر مجھے دھوبی کا کام کرنا پڑا تاکہ تمہارے چہرے کی سیاہی دھوسکوں اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں سے عقیدت ومحبت رکھنے سے اللہ تعالیٰ دلوں کے تزکیہ کے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں۔

بزرگان دین کو حقارت سے مت دیکھو

نویں صدی ہجری میں ریاست کرناٹک کے شہر رائچور میں ایک ولی کامل گذرے ہیں، حضرت سید شاہ شمس عالم حسینی کی ذات گرامی، آپ کا سلسلہ نسب ۲۳؍واسطوں سے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے، آپ کا اصل نام سید احمد ہے، لیکن شمس عالم سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ طبقہ اولیاء میں آفتاب کی مانند روشن تھے، آپ کے کشف وکرامات کے متعدد واقعات تذکرہ کی کتابوں میں ملتے ہیں، اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ کسی درخت کے سایہ میں عالم استغراق میں محو تھے کہ حاکم وقت کی زوجہ سیر وتفریح کرتے ہوئے وہاں پہونچی، جب اس عورت کی نظر آپ پر پڑی تو اس نے بے اختیار کہا اب یہ فقیر کس قدر خوبصورت ہے، مگر دانت بہت بڑے ہیں، یہ کہنا تھا کہ اس خاتون کے چند دانت گرگئے، اس نے حیران وپریشان ہوکر اس واقعہ کا ذکر اپنے شوہر سے کیا اس نے جب یہ واقعہ سنا تو فوراً اس کو لے کر حضرت کی خدمت میں خاطر ہوا، دست بستہ معافی چاہی، آپ کے تمام دانت منہ میں ڈالدینے کا حکم دیا پھر وہ تمام جوں کے توں جم گئے، اس کرامت کو دیکھ کر وہ دونوں حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

Scanned with CamScanner

ملت کے مجاہد اور قوم کے مسیحا

نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی

خاکی ونوری نہاد بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز
(علامہ اقبال)

بیسویں صدی نے جہاں برصغیر کی تاریخ، جغرافیہ اور تہذیب کو نئی حرارت دی، وہیں جینے کے نئے سلیقے سکھائے اور جدید انداز میں سوچنے اور منزل تلاش کرنے پر مجبور کیا۔ جب ہندوستانی؛ انگریزوں کے غلام تھے، خزاں کی ہوائیں چل رہی تھیں، پت جھڑ کا موسم سب کچھ لٹ جانے کا پتہ دے رہا تھا، ایسے وقت میں اتر پردیش کے گمنام علاقہ سیوہارہ کے ایک زمین دار گھرانے میں حضرت مولانا حفظ الرحمٰن 1901ء میں پیدا ہوئے۔ یہی بچہ آگے چل کر ملت کا مجاہد اور قوم کا مسیحا بنا۔ والد محترم جناب شمس الدین پیشہ سے انجینئر تھے، گھر میں علمی ماحول تھا۔ خاندانی روایت کے مطابق باضابطہ تعلیم کا آغاز مدرسہ فیض عام سیوہارہ سے کیا۔ متوسطات کے لئے مدرسہ شاہی مرادآباد میں داخل ہوئے اور پھر 1922ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی، عملی میدان میں قدم رکھا تو اپنے اکابر اور اسلاف کی روایت کے مطابق درس وتدریس سے وابستہ ہوگئے۔ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں گراں قدر تعلیمی وتصنیفی خدمات انجام دیں۔ بے بسی کی چادر میں لپٹے ملک کو دیکھ کر اپنے اسلاف کی طرح وہ بھی کافی بے چین رہتے، پل پل بدلتے حالات اور انگریزوں کے مظالم سے ان کا دل مغموم رہتا، رہنے کو وہ مدارس کی چہار دیواری میں تھے لیکن ان کا دل تحریک آزادی کی سرگرمیوں میں دھڑکتا تھا۔ درس وتدریس سے دل اچاٹ رہتا اور ملک وقوم کیلئے کچھ کرگزرنے کا جذبہ بے چین کئے رہتا۔ اس درمیان 1937ء میں جب دہلی میں ندوۃ المصنفین کا قیام عمل میں آیا تو آپ اپنے دیرینہ رفیق حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کے ساتھ دہلی چلے آئے قلم سنبھالا اور تصنیف وتالیف سے وابستہ ہوگئے۔ اسلام کا اقتصادی نظام، اخلاق اور فلسفہ اخلاق اور قصص القرآن جیسی بلند پایہ محققانہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اس سے قبل ڈسٹرکٹ جیل میں سیرت نبوی پر بلاغ مبین' لکھ چکے تھے۔ کہتے ہیں کہ ملی تڑپ اور تحریکی مزاج رکھنے والے کہاں ایک جگہ رکتے ہیں؟ فکری پرواز انہیں کسی منزل پر رکنے نہیں دیتا، مولانا سیوہاروی بھی کچھ ایسی ہی سیمابی صفت کے مالک تھے۔ قدرت نے فطرت میں جو صلاحیت رکھی تھی وہ اسے بروئے کار لانا چاہتے تھے، چنانچہ ندوۃ المصنفین میں بھی ان کا دل نہیں لگا۔ ملک کو غلامی کی زنجیر میں جکڑا دیکھ کر ہمیشہ مضطرب رہتے۔ وہ اپنے آس پاس شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور بانی امارت شرعیہ ابوالمحاسن حضرت مولانا محمد سجاد بہاری اور ان کے رفقاء کار کو پاتے جو تحریک آزادی سے وابستہ تھے، ان اکابر علما کی دلی کیفیت اور قوم وملت کے تئیں بے چینی کو وہ بہت قریب سے محسوس کر رہے تھے۔ نوعمری سے خدمت خلق کا جو جذبہ دل میں انگڑائیاں لے رہا تھا، بالآخر اس نے تحریک آزادی کی خارداروادی میں کودنے پر مجبور کردیا۔ ایک ایسے وقت میں جب پورے بھارت میں سول نافرنی کی مہم چل رہی تھی، اس مشعل کو جلائے رکھنے کے لیے ایک مستقل نظام کی ضرورت تھی، جمعیۃ علما ہند نے اس کے لئے ادارہ حربیہ (Military Institution) کی تشکیل کی۔ دیگر علما کے ساتھ ابوالمحاسن حضرت مولانا محمد سجاد اس کے کلید بردار اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ان کے دست راست اور رفیق کار تھے، جن کو نظام رضا کاران، (The system of volunteers) کا ناظم اعلی یا کمانڈر بنایا گیا تھا۔ ان کا کام یہ تھا کہ ملک میں گھوم پھر کر تحریک کا جائزہ لیں، نوجوانوں کو بھرتی کریں اور اس نظام کو کامیاب بنائیں۔ ایک بار آپ اسی مشن کے سلسلے میں دہلی سے مرادآباد پہنچے، آپ کو دیکھنے اور استقبال کرنے کے لئے سیکڑوں لوگ وہاں موجود تھے، جیسے ہی ٹرین اسٹیشن پر پہنچی؛ ملت کا یہ کمانڈر معمولی سادہ لباس پہنے پسنجر ٹرین سے اترا، کھدر کی جو شیروانی آپ زیب تن کئے ہوئے تھے، وہ بھی کسی قدر بوسیدہ تھی۔ کچھ ظرافت پسند دوستوں نے عرض بھی کیا کہ کمانڈر صاحب کو تو فوجی لباس میں ہونا چاہیے۔ مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کچھ کہے بغیر صرف مسکرا کر آگے بڑھ گئے۔ جمعیۃ علماء ہند تحریک آزادی کو حکمت عملی کے ساتھ آگے بڑھا رہی تھی، انگریز حکمراں اس تحریک سے وابستہ افراد کی ٹوہ میں لگے تھے، علما پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔ ایسے میں جمعیۃ کے دفتر سے علاحدہ محلہ بلی ماران کی ایک تاریک گلی میں ایک مکان لے لیا گیا تھا۔ حضرت مولانا سجاد رحمۃ اللہ علیہ کا قیام اسی مکان میں رہتا تھا۔ جس کا علم جن چند لوگوں کو تھا، ان میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی خاص تھے۔ یا ایک طرح سے جمعیۃ کا 'خفیہ دفتر' تھا جہاں سے حساس سرگرمیاں انجام دی جارہی تھیں۔

آگ وخون کا دریا پار کرکے 1947ء میں ملک آزاد ہوا تو تقسیم ہند نے رہی سہی کسر پوری کردی، تقسیم ہند کی ہیبت ناک فضا میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی طرح مجاہد ملت بھی سر سے کفن باندھے گھوم گھوم کر لوگوں کو سمجھا رہے تھے کہ مسلمانو! اپنے درودیوار کو چھوڑ کر مت جاؤ۔ بٹوارے کے خلاف جن علما نے دیوانگی کی حد تک مخالفت کی ان میں ایک روشن نام مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کا بھی ہے؛ لیکن جناح کی ضد اور ہندوتوا عناصر سازش کے سامنے ان کی کوششیں بارآور نہیں ہوسکیں۔ بٹوارے کے بعد مسلم کش فسادات پھوٹ پڑے، جسے روکنے کے لیے مہاتما گاندھی نے برت ہڑتال کر رکھا تھا، کانگریس پارٹی کے صدر ڈاکٹر راجندر پرساد اور دوسرے رہنما باپو جی سے برت کھولنے کا اصرار کرنے لگے تو گاندھی جی نے لیٹے لیٹے رخ پھیر کر کہا: 'جمعیت علما کے مولانا صاحبان کہاں ہیں؟ جب تک وہ نہ کہیں گے میں برت نہ توڑوں گا''۔ تب ارکان جمعیت کی طرف سے ترجمانی کرتے ہوئے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے فرمایا: ''مہاتما جی! گو حالات ابھی پوری طرح درست نہیں ہوئے، تاہم آپ کی عظیم قربانی سے رو بہ اصلاح ہو چکے ہیں اور فسادی عنصر کے مقابلہ میں صلح پسند عنصر ابھر آئے ہیں اور غلبہ پا رہے ہیں۔ لہذا آپ برت کھول دیں؛ کیونکہ آپ کی جان عزیز ہے اور ہم سب کے لیے بہت قیمتی ہے۔ یہ سن کر مہاتما گاندھی نے کہا: ''میں آپ کے بیان پر اعتماد کرتا ہوں لیکن اگر بعد میں ثابت ہوا کہ مجھ کو دھوکا دیا گیا تھا تو پھر میں مرن برت رکھ لوں گا اور پھر کسی کی نہ سنوں گا، یقین کرلوں گا کہ میں زمین پر ایک بار ہوں جس کو جلد ختم ہونا چاہئے''۔ مجاہد ملت گو عمر میں اپنے ہم عصروں سے چھوٹے تھے لیکن ہمت کا کوہ ہمالہ اور سوچ کی بلندی ان کو دوسروں سے ممتاز کرتی تھی۔ 1930 میں گاندھی جی کی نمک ستیہ گرہ میں عملی طور پر شریک ہوئے، جنگ آزادی کی خارداروادی میں لہولہان ہوئے، لیکن آبلہ پائی کی شکایت نہیں کی، بار بار جیل گئے اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن کبھی اف نہیں کیا۔ جمعیۃ علماء ہند کے امروہہ اجلاس میں جنگ آزادی میں کانگریس کے ساتھ اشتراک کا ریزولیوشن پیش کیا جس کو منظور کیا گیا، آپ تاعمر جمعیۃ علماء ہند کے سرگرم کارکن اور کانگریس کے ممبر رہے۔ 26 جنوری 1950ء میں ہندوستان نے اپنے لئے جو دستور طے کیا اس میں بھی مولانا نے اہم رول ادا کیا۔ مجاہد ملت قانون ساز مجلس کے رکن تھے، انہوں نے دستور سازی میں بڑی قابل قدر کوششیں کیں اور کامیاب رہے۔ چناں چہ قاضی محمد عدیل عباسی ایڈووکیٹ لکھتے ہیں کہ: ''سب سے بڑا احسان جو انہوں نے ملت اسلامیہ پر کیا وہ دستور ہند کا موجودہ ڈھانچہ ہے۔ اس وقت مولانا دستور ساز اسمبلی کے ممبر تھے اور کم لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ اقلیتوں کو جو حقوق دیئے گئے ہیں، ان کی ترتیب وتدوین میں مولانا حفظ الرحمٰن کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ آج یہی دستور کی دفعات ہیں، جو مسلمانوں کو ہندوستان میں سربلند رکھتی ہیں اور اگر ان میں حقوق حاصل کرنے کی طاقت پیدا ہوجائے یعنی وہ احساس کمتری سے نکل آویں تو ان کا مستقبل تابناک ہوسکتا ہے۔ (مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ایک سیاسی مطالعہ: 91) جناب محمد سلیمان صابر صاحب لکھتے ہیں کہ: ''آئین ساز اسمبلی کی ممبری کو عام لوگ ایک بڑا اعزاز کہہ سکتے ہیں لیکن حضرت مولانا نے کسی اعزاز کی خاطر نہیں، بلکہ اس لئے آئین یا قانون ساز اسمبلی کی ممبری قبول کی کہ وہ شروع ہی سے ایک قومی رکن رہے تھے۔ برطانوی دور میں ملک کو آزاد کرانے کا اہم مقصد سامنے تھا اور حصول آزادی کے بعد سب سے اہم کام یہ تھا کہ ملک کو ایسا جمہوری آئین دیا جائے جو بلاتخصیص مذہب کسی باشندے کو کسی دوسرے پر فوقیت یا برتری حاصل نہ ہو۔ بلکہ قانون کی نظر میں سب برابر ہوں۔ یہ حضرت مولانا جیسے وسیع النظر ممبروں ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ملک کو ایک سیکولر آئین دیا گیا۔ (مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ایک سیاسی مطالعہ: 117) ملک وملت کی سرگرم خدمت کے لئے آپ کانگریس کے ٹکٹ پر 1952ء میں حلقہ بلاری ضلع مرادآباد سے، 1957ء اور 1962ء میں امروہہ سے پارلیمنٹ کا الیکشن لڑے اور کثیر ووٹوں سے کامیاب ہوئے۔ مولانا حفظ الرحمٰن ملت کے دیوانے اور انسانیت کے مسیحا تھے۔ ان سے جڑی خدمت خلق اور سرفرشی کی سیکڑوں داستانیں اور ہزاروں واقعات ہیں:

''سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

میری گنہگار آنکھوں نے اس پاک وباصفا مجاہد کو دیکھا تو نہیں لیکن اپنے اساتذہ سے سنا اور کتابوں میں جو پڑھا ہے، اس سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ ملی تڑپ ان کے سینہ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ایمانی غیرت اور قومی حمیت آپ کا سرمایہ افتخار تھی خم ٹھونک کر حق کا اظہار کرتے ہلی مفاد اور حق گوئی کو اپنا شعار بنالیا تھا، یہی وجہ ہے کہ 2 اگست 1962ء کو جب انہوں نے دنیا کو الوداع کہا اور وہ آخری سفر پر تھے تو جنازے کی بھیڑ میں شریک ملک کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نم آنکھوں سے خراج پیش کر رہے تھے۔ پارلیامنٹ کے ایوان سے عام انسان کی جھونپڑی تک مجاہد کی یہ اذاں اب بھی سنائی دے رہی ہے، ملک وملت کو ان کے بازگشت کو سننے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ مجاہد ملت کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ کام کرنے کی کوئی عمر نہیں ہوتی، بس اس کے لیے کردار، تڑپ اور اخلاص چاہیے۔ ملک زادہ جاوید نے بڑی اچھی ترجمانی کی ہے کہ:

زندگی ایک کہانی کے سوا کچھ بھی نہیں ☆☆ ☆ لوگ کردار نبھاتے ہوئے مرجاتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

پردہ۔ عورتوں کا زیور

مولانا عبد الباسط ندوی

آج معاشرہ میں سب سے زیادہ قیمت خواتین کی ہے اور سب سے زیادہ بے قدر و قیمت بھی وہی ہیں۔ مغربی تہذیب نے انہیں کھلونے دے کر سر بازار رسوا کیا، حالانکہ آج بھی ان کے لئے عزت وعظمت اسلام ہی کے دامن میں ہے، کاش کہ وہ سر بازار رسوا ہونے کے بجائے اپنے دین کی اہمیت کو سمجھیں، یاد رکھئے! انسان کی زندگی میں اخلاقی خوبیوں کی بڑی اہمیت ہے، لوگوں کے اخلاق وکردار ہی ان کی حیثیت متعین کرتے ہیں اور ایک انسان اپنے اچھے اخلاق وکردار ہی کی وجہ سے انسانی معاشرہ میں بہتر سے بہتر مقام حاصل کرتا ہے، ایک بازاری شخص اور ایک شریف انسان میں اخلاق وکردار ہی کا فرق ہوتا ہے، اسی اخلاق وکردار کا ایک نمایاں وصف عفت و پاکبازی اور امانت ودیانت ہے۔ انسانی معاشرہ میں ان دونوں کی جتنی بڑی اہمیت ہے شاید ہی کسی اور وصف کی ہو، چنانچہ ایک مرتبہ عزت وآبرو پر آنچ آجانے کے بعد انسان ہمیشہ کے لئے مجروح ہوجاتا ہے، زندگی بھر کے لئے اس کی نگاہیں نیچی ہوجاتی ہیں اور وہ معاشرہ میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رہتا ہے، اسلام نے بھی کامیاب اور فلاح پانے والے مسلمانوں کے جو امتیازی اوصاف بتائے ہیں ان میں ان کو نمایاں طور پر ذکر کیا ہے ارشاد فرمایا:- "اور جو اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت رکھنے والے ہیں ہاں البتہ اپنی بیویوں اور باندیوں سے نہیں کہ (اس صورت میں) ان پر کوئی الزام نہیں، ہاں جو کوئی اس کے علاوہ کا طلبگار ہوگا تو بس ایسے ہی لوگ تو حد سے نکل جانے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں" (المؤمنون: ۵-۸)

انسانی معاشرہ میں آج بھی ان اخلاقی اوصاف کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی اور چیز کو نہیں اگر چہ عملاً آج کے معاشرہ میں اس کے خلاف ایک طرح کی ہیجانی کیفیت پائی جانے لگی ہے اور مغرب کی تقلید میں عورتوں کے لباس وپوشاک اور مرد وزن کے اختلاط نے اس چادر عفت وعصمت کو تار تار کرنے کی کوشش کی ہے مگر ایک مسلمان کے لئے اسلام نے اس کو اتنی زیادہ اہمیت دی کہ اسے نبوت ورسالت کا لازمی جزء قرار دیا، نبی کا سلسلہ نسب اور نبی کے اہل بیت کا دامن اس داغ سے ہمیشہ پاک رہتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں حضرت مریم کی نسبت یہودیوں نے جو بہتان باندھا تھا قرآن نے اس کی تردید کی اور ان کی عصمت و پاکدامنی کی شہادت دی، حضرت یوسف علیہ السلام نے جس پاکبازی کا ثبوت دیا اس کی گواہی خود عزیز مصر کی بیوی نے دی۔

اسلام نے ان اخلاقی اوصاف کو صرف بیان ہی نہیں کیا بلکہ اس سے متصف ہونے اور اس کے برعکس بے حیائی وبدکاری اور بد دیانتی وبدعہدی سے بچنے کے اسباب بھی بیان فرمائے۔ چنانچہ اسلام میں نکاح کو سنت اور بعض حالات میں واجب وضروری قرار دے کر عورت ومرد کی عصمت کی حفاظت کا ذریعہ بنایا، غرض نکاح کے ذریعہ مرد عورت کی عصمت اپنی حفاظت میں لے آتا ہے، قرآن نے ایسی عورتوں کے لئے "محصنٰت" کا لفظ استعمال کیا ہے "والمحصنٰت من النساء" (النساء:۲۴) اور وہ عورتیں جو حفاظت میں لائی جاچکی ہیں یعنی جن کا نکاح ہوچکا ہے"۔

اس کے برعکس ہر ایسی برائی اور بے حیائی سے منع کیا جو عصمت وعفت کو داغدار اور مفلوج کرنے والی ہو۔ ارشاد ہوا:- اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک یہ بڑی برائی اور برا چلن ہے۔ (بنی اسرائیل:۳۲) علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔ "یہ نصیحت جس طرز سے کی گئی ہے وہ بلاغت کی جان ہے، یہ نہیں فرمایا کہ "تم زنا نہ کرنا" بلکہ یہ کہا کہ "تم زنا کے قریب نہ جانا"، اس طرز ادا نے نہ صرف یہ کہ اس فعل بد ہی سے بچنے کی تاکید کی، بلکہ اس سے قریب ہوکر گزرنے کی بھی ممانعت کی، اس سے یہ نکتہ پیدا ہوا کہ جس طرح اس بدکاری سے بچنا شرافت ہے اس کی تقریب اور تمہید کے کاموں سے بھی بچنا شرافت کا اقتضا ہے کسی غیر محرم کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے یا بے حیائی کے ارادہ سے دیکھنا، تنہائی میں ملنا جلنا، بے وجہ اس کے بدن کو چھونا یا اور کسی طرح سے اس کی بات چیت اور آمد ورفت سے ناجائز لطف اٹھانا، یا دوسرے غیر شریفانہ حرکات کرنا، ایمانی عزت اور اخلاقی شرافت کے سراسر منافی ہے۔ اسی لئے اسلام نے ان ساری باتوں کو جو بے حیائی اور بدکاری کی تقریب اور تمہید ہیں حرام قرار دیا، چنانچہ عورت کے ناجائز تعلق ومحبت کا پہلا قاصد نظر ہے، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں دونوں کو حکم دیا کہ جب وہ ایک دوسرے کے سامنے ہوں تو اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اے پیغمبر! ایمان والوں سے کہہ دے کہ وہ ذرا اپنی آنکھیں نیچی رکھیں، اور اپنے ستر کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے بڑی ستھری بات ہے اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ (النور:۴) عورتوں کی ذرا سی بے باکی بھی مردوں کو آگے بڑھنے کی جرأت دلاتی ہے، اس لئے ان پر شرافت کی چند پابندیاں عائد کی گئیں، مثلاً یہ کہ وہ بھی نگاہیں نیچی رکھیں، غیروں کو اپنے اندر کا بناؤ سنگار نہ دکھائیں، اپنے زیوروں کی جھنکار کسی کو نہ سنائیں، اسی لئے زمین پر ہولے چلیں یا جھنکار کے زیور نہ پہنیں، سینہ کا پردہ رکھیں، باہر نکلیں تو سارے جسم پر چادر ڈال کر نکلیں، باہر نکلنے میں خوشبو نہ ملیں، بیچ راستہ سے کترا کر کنارہ کنارہ چلیں مرد اور عورت راستہ میں باتیں نہ کریں، مرد وعورت مل جل کر نہ بیٹھیں، کسی عورت سے کوئی تنہائی میں نہ ملے، اجازت کے بغیر گھر کے اندر کوئی اور قدم نہ رکھے، یہ تمام باتیں درحقیقت "لاتقربوا الزنی" (زنا کے قریب بھی نہ ہو)" کی شرح ہیں، فرمایا:- اور اے پیغمبر! ایمان والی بیویوں سے کہدے کہ اپنی آنکھیں ذرا نیچی رکھیں اور اپنے ستر کی جگہ کی حفاظت کریں اور بناؤ سنگار کھول کر نہ دکھائیں مگر جو طبعاً کھلا رہتا ہے اور اپنی اوڑھنی اپنے گریبانوں (یعنی سینوں کے مقام) پر ڈال لیں اور اپنا سنگار نہ کھولیں مگر اپنے شوہر یا اپنے باپ کے آگے یا اپنے شوہر کے باپ، یا اپنے بیٹوں، یا اپنے شوہر کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں یا اپنے غلاموں یا اپنے ان مرد نوکروں کے آگے جن کو غرض نہیں یا ان لڑکوں کے آگے جو عورتوں کے رمز سے ابھی آگاہ نہیں، اور نہ مسلمان عورتیں اپنے پاؤں سے دمک دیں کہ جس سنگار کو وہ چھپاتی ہیں ان کا پتہ لگ جائے اور تم سب مل کر اے مسلمانو! اللہ کے آگے توبہ کرو شاید تم بھلائی پاؤ۔" (النور:۳۱، سیرۃ النبی ﷺ:۶/۱۹۳)

آج کوئی خاتون ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے زیادہ باعفت اور باعظمت نہیں ہوسکتی اور نہ ہی کوئی مرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ باعفت وباعظمت ہوسکتا ہے اس کے باوجود قرآن نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے اختلاط سے منع فرمایا اور بوقت ضرورت غیر محرم سے بات چیت تک میں لچک ونرمی سے روکا۔ اور عام حالات میں گھروں کے اندر ہی رہنے کا حکم دیا، ارشاد باری ہے، اگر تم اللہ کا ڈر رکھو تو بات کرنے میں نزاکت مت اختیار کرو کہ (اس سے) ایسے شخص کو خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جس کے دل میں خرابی ہے اور قاعدے کے موافق بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں وقار سے رہو اور جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کو بنا سنوار کر دکھاتی مت پھرو اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ (الاحزاب۳۲-۳۳)

آج کے معاشرہ میں جس طرح عورتیں بلاضرورت بن سنور کر نکلتی رہتی ہیں اور آزادی سے مردوں کے ساتھ چلتی پھرتی، اٹھتی بیٹھتی، اور بولتی چالتی رہتی ہیں، کیا اس کا اس قرآنی حکم سے کوئی جوڑ اور مطابقت ہے، آیت کے ذیل میں مولانا عبد الماجد دریابادیؒ لکھتے ہیں:- "ترتیب کلام پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ عورت پر حیاداری، حفظ ناموس کی تاکید نماز وزکوۃ کے حکم سے بھی مقدم رکھی گئی ہے"۔ (تفسیر ماجدی)

اسی لیے آپ ﷺ نے بلاضرورت عورتوں کو گھروں سے نکلنے سے منع فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: عورت گویا ستر ہے (یعنی جس طرح ستر کو چھپا رہنا چاہیے اسی طرح عورت کو گھر میں پردہ میں رہنا چاہیے) جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیاطین اس کو تاکتے اور اپنی نظروں کا نشانہ بناتے ہیں۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث:۱۱۸۳)

لطیف رہ نہیں سکتی جو زن کہ ہے بے پردہ
سبب یہ ہے کہ نظروں کی مار پڑتی ہے

اسی طرح اگر باہر نکلنے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ اس طرح نکلیں کہ اپنے کو ایک چادر سے ڈھانک لیں تاکہ ان کی زیبائش وآرائش کا ہر نقش راہ چلتوں کی آنکھوں سے اوجھل رہے اور یہ پہچان ہو کہ یہ عزت دار شریف بیبیاں ہیں ان کو چھیڑنا تو کجا ان کی طرف نظر بھر کر دیکھنا بھی جرم ہے، فرمایا:- اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہدے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں تھوڑی سی نیچی لٹکا لیں اس سے یہ ہوگا کہ وہ پہچان پڑیں گی (کہ شریف ہیں) تو ان کو ستایا نہ جائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (الاحزاب:۵۹)

اس آیت کریمہ میں یدنین علیھن من جلابیبھن کے ذریعہ چہرے کے محاسن کو خصوصیت کے ساتھ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ جلابیب جلباب کی جمع ہے اور جلباب بڑی چادر کو کہتے ہیں جو سارے جسم کے ڈھانپنے کے کام آئے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس نے چادر لٹکانے کی یہ صورت بیان کی ہے کہ عورت اس کو خوب اچھی طرح اس انداز سے لپیٹ لے کہ صرف اس کی ایک آنکھ ظاہر ہو جس سے وہ دیکھ سکتی ہو (تفسیر قرطبی۱۴/ :۱۵۶) حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں "عورت کی عصمت کے تحفظ میں بڑا دخل اس کی وضع ولباس کے وقار کو ہے جو عورت اپنے وضع وقطع وپوشش سے آوارہ معلوم ہوتی ہے اسے دیکھ کر محض لفنگوں اور بدمعاشوں ہی کے نہیں بلکہ دوسروں کی طبیعتوں میں بھی گدگدی پیدا ہوتی ہے، بخلاف اس کے جس عورت کی وضع قطع، چال ڈھال، سنجیدہ حیادارانہ وشریفانہ ہے اور وہ اپنا رکھ رکھاؤ قائم کیے ہوئے ہے اسے چھیڑنے کی ہمت بدمعاشوں کو بھی مشکل ہی سے ہوتی ہے۔" (تفسیر ماجدی)

چنانچہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے امام ابوبکر جصاص رازی نے لکھا ہے کہ عورتوں کے لیے نامحرموں سے اپنے چہرے کا پردہ بھی واجب ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ گھر سے باہر نکلنے میں خصوصیت کے ساتھ پردہ کا اہتمام کریں۔ (احکام القرآن:۵/ ۲۴۵) اسی طرح مکمل جسم، دونوں ہاتھ پاؤں کے ساتھ سر کے بالوں کو بھی چھپانا ضروری ہے اور اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ سر کے تمام بال چھپے رہیں۔ اگر سفر پر جانے کی ضرورت پڑے تو بغیر محرم رشتہ دار اکیلی یا غیر محرم کے ساتھ ہرگز سفر پر نہ جائیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: عورت بغیر محرم رشتہ دار کے سفر پر نہ جائیں۔ (بخاری عن ابن عباس رقم الحدیث:۱۷۶۳)

شریعت اسلامی میں عورتوں ومردوں کے اختلاط، باہمی میل جول اور ربط وضبط سے بھی منع کیا گیا ہے حتی کہ ایک دوسرے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے سے بھی روکا گیا ہے تاکہ کسی قسم کی برائی کا اندیشہ نہ رہے اور اس کے ذریعہ معاشرہ کو فحاشی اور برائی سے بچایا جاسکے اور اس لیے بھی کہ برائی کی سب سے پہلی بنا بری نظر ہی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بری نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے جو شخص اللہ کے خوف سے اس سے بچے گا اللہ تبارک وتعالی اس کے دل میں ایمان کی حلاوت پیدا فرمادیں گے۔ (المستدرک للحاکم:۴) ایک روایت میں آپ ﷺ نے کسی اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جانے کی صورت میں نگاہ کو پھیر لینے کا حکم دیا: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (کسی اجنبی عورت پر) اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ادھر سے اپنی نگاہ پھیر لوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۵۷۷۰)

Scanned with CamScanner

اخبارِ جہاں

محمد عادل فریدی

تعلیم و روزگار

امریکی سنیٹ میں یوکرین کی حمایت کی قرارداد منظور

امریکی سینیٹ میں ممکنہ روسی حملے کے خلاف خودمختار اور جمہوری یوکرین کی حمایت میں ایک دوطرفہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کرلی ہے۔قرارداد کے مطابق،سنیٹ نے یوکرین کی دفاعی صلاحیت کومضبوط کرنے کے لیے اضافی امداد کے علاوہ سیاسی، سفارتی اور فوجی مدد فراہم کر کے ملک کی علاقائی سالمیت کی بحالی کے لیے حکومت کی مسلسل کوششوں کی حمایت میں امریکہ کے عزم کا اعادہ کیا ہے۔(یواین آئی)

چینی حکومت ہندوستان میں چینی موبائیل ایپ پر پابندی سے فکرمند

چین کی وزارت تجارت نے کہا ہے کہ ہندوستان میں 220 سے زیادہ چینی موبائل ایپلی کیشنز پر پابندی لگانا بیجنگ کے لیے فکرمندی کی بات ہے اوراس سے چینی کمپنیاں متاثر ہوں گی۔وزارت کے ترجمان گاؤفینگ نے بتایا کہ ہندوستان میں چینی اداروں اور متعلقہ خدمات پر ایک خاص مدت تک دباؤ ڈالنے کی کوشش سے چینی کمپنیوں کو شدید نقصان پہنچا ہے اور یہ تشویشناک ہے۔انہوں نے اس پر اپنی فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون میں مثبت رویہ کو برقرار رکھنے کے لیے مناسب اقدامات کرنے پر غور کرے گا۔(یواین آئی)

برطانیہ اور اقوام متحدہ نے منیسک معاہدے کولاگو کرنے کی اپیل کی

برطانیہ کے وزیراعظم بورس جانسن اور اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل انتونیو گوتریس کے درمیان یوکرین اور روس کے درمیان جاری کشیدگی پر بات چیت کے بعد دونوں رہنماؤں نے منیسک معاہدے کولاگو کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔اس سلسلے میں برطانیہ کے وزیراعظم کے دفتر سے بدھ کے روز جاری ہونے والے ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ دونوں رہنماؤں نے تنازع کے حوالے سے دونوں ممالک کی ذمہ داری کا اعادہ کیا کہ وہ اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اوراقوام متحدہ کے رکن ممالک کی خودمختاری اور جغرافیائی سالمیت کا احترام کریں۔اس بیان میں برطانیہ کے وزیراعظم اوراقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل نے منیسک معاہدے کولاگو کئے جانے کے لیے تمام فریقین سے پوری ایمانداری سے کام کرنے کی ضرورت پرزوردیا۔(یواین آئی)

برطانیہ میں دوسرا طوفان، اسٹارم یونس

جنوبی اسکاٹ لینڈ اور برطانیہ میں آنے والے پہلے طوفان اسٹارم ڈڈلی کے بعد اب دوسرا طوفان اسٹارم یونس خطے سے ٹکرانے والا ہے،جس کی وجہ سے ان شہروں میں بڑی تباہی کا خدشہ ہے۔محکمہ موسمیات نے جمعرات کو یہ اطلاع دی،محکمہ نے لوگوں کوہوشیار رہنے کی وارننگ بھی جاری کی ہے۔(یواین آئی)

برازیل میں بارش اور مٹی کے تودے کھسکنے سے ایک سو چار افراد ہلاک

برازیل کے شمالی ریوڈی جنیرو کے پیٹروپولس شہر میں موسلادھار بارش اور مٹی کے تودے گرنے سے مرنے والوں کی تعداد 104 ہوگئی ہے جبکہ 35 لوگ لاپتہ ہیں۔مرنے والوں میں آٹھ بچے بھی شامل ہیں۔(یواین آئی)

جی ٹوئنٹی وزرائے خزانہ کا اجلاس، یوکرین تنازع اور مہنگائی بڑا مسئلہ

جی ٹوئنٹی وزرائے خزانہ کے اجلاس میں یوکرین تنازع اور عالمی وبا کے بعد افراط زر اور مہنگائی جیسے موضوعات پر بات چیت ہوئی، عالمی رہنماؤں کے مطابق یوکرین تنازع عالمی وبا کے بعد اقتصادی بحالی کے عمل کو متاثر کرسکتا ہے۔جی ٹوئنٹی وزرائے خزانہ اجلاس میں یوکرین پر ممکنہ روسی حملے کا موضوع چھایا رہا،روئٹرز کے مطابق وزرائے خزانہ کے اجلاس میں طے کیا گیا کہ عالمی وبا کے بعد اقتصادی بحالی کے عمل کوتیز بنانے کے لیے تمام موجودہ وسائل اور طریقے استعمال کرنے کی ضرورت ہے،جی ٹوئنٹی وزرائے خزانہ اجلاس جمعہ کے روز اختتام پذیر ہوا۔(ڈوئچے ویلے)

روس سرد جنگ والے مطالبات کررہا ہے: جرمنی کا الزام

جرمنی نے الزام عائد کیا ہے کہ روس سرد جنگ دور کے مطالبات کے ذریعے یورپی سلامتی کوخطرات کا شکار کررہا ہے۔جنوبی جرمن شہر میونخ میں عالمی سکیورٹی کانفرنس میں شرکت سے قبل جرمن وزیرخارجہ انالینا بیئربوک نے کہا کہ یوکرین کے ساتھ کشیدگی میں کمی کے لیے ماسکوحکومت کوسنجیدہ اقدامات کی ضرورت ہے۔بیئربوک کا کہنا تھا کہ یوکرینی سرحد پر غیرمعمولی تعداد میں فوجیوں کی تعیناتی اور سرد جنگ کے دور کے مطالبات کے ذریعے روس یورپ میں امن کے بنیادی اصولوں کوہدف بنارہا ہے۔جرمن شہر میونخ میں تین روزہ عالمی سکیورٹی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے،جس میں یوکرائنی تنازعہ بنیادی موضوع ہوگا۔(ڈوئچے ویلے)

مکہ سے مدینہ بلٹ ٹرین چلانے کیلئے ۲۸ رہزار خواتین نے درخواست دی

سعودی عرب میں بلٹ ٹرین ڈائیورز کی اسامی کے لئے ۲۸ رہزار خواتین نے درخواست دی ہے۔عرب میڈیا کے مطابق سعودی عرب میں خاتون ٹرین ڈرائیور کی ۳۰ راسامیوں کے اشتہار کے جواب میں ۲۸ رہزار خواتین نے درخواستیں بھیج دیں۔منتخب ۳۰ رخواتین ٹرین ڈرائیورز مکہ اور مدینہ کے درمیان بلٹ ٹرین چلائیں گی۔خواتین کوایک سال کی تنخواہ کے ساتھ بلٹ ٹرین چلانے کی تربیت دی جائیگی۔خواتین ٹرین ڈرائیورز کے لئے اشتہار دینے والی کمپنی نے بیان میں کہا کہ ۲۸ رہزار خواتین کی آن لائن درخواستوں کی جانچ پڑتال کے بعد ۱۴ رہزار خواتین کو اہل سمجھا گیا ہے۔ان میں سے مزید کوشارٹ لسٹ کیا جائے گا۔کمپنی کے ترجمان کا کہنا تھا کہ خواتین ٹرین ڈرائیورز کی ۳۰ راسامیوں کے لئے تعلیمی قابلیت اور انگریزی بولنے کی قابلیت کا جائزہ لیا گیا۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

نئے مالی سال میں ریاستوں کے مالی حالت میں بہتری آئے گی: رپورٹ

شرح بندی اور تحقیقی مشاورت کی ایجنسی انڈیا ریٹنگز اینڈ ریسرچ نے جمعہ کے روز نئے مالی سال کے لئے ہندوستانی ریاستوں کے مالیاتی منظرنامے کوبہتری کے زمرے میں اپ گریڈ کیا ہے۔ریٹنگ ایجنسی کی طرف سے جمعہ کے روز جاری ہونے والی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مالی سال 2022-23 میں ریاستوں کا کل مالی خسارہ مجموعی گھریلو پیداوار (جی ڈی پی) کے 3.6 فیصد تک آجائے گا، جبکہ مالی سال 2021-22 میں اس پر نظر ثانی کر کے 3.5 فیصد پر رکھا گیا تھا۔ریاستوں کے مالیاتی خسارے کو مالی سال 22 میں ریونیو کی وصولی میں متوقع پیش رفت اور جی ڈی پی میں زیادہ نمو کی وجہ سے نظر ثانی کی گئی ہے۔(یواین آئی)

میڈیکل اور پیرا میڈیکل کے داخلہ امتحانات کی تیاری کے لئے مفت کوچنگ کرائے گی دہلی حکومت

دہلی حکومت کی جانب سے دہلی کے سرکاری اسکولوں میں انجینئرنگ، میڈیکل، پیرامیڈیکل اور دیگر تکنیکی شعبوں میں کیریئر بنانے کے خواہشمند بچوں کواب داخلہ امتحان کی تیاری کے لیے ماہرین کی طرف سے مفت کوچنگ دی جائے گی۔اروند کیجریوال کی قیادت والی عام آدمی پارٹی کی حکومت دہلی کے سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کو عالمی معیار کی معیاری تعلیم فراہم کر کے ان کے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے پرعزم ہے۔دہلی حکومت نے سرکاری اسکول کے بچوں کی تکنیکی تعلیم اور طبی شعبوں تک رسائی بڑھانے کے لیے کئی پرجوش منصوبے شروع کیے ہیں۔اس سمت میں، ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن، حکومت دہلی نے ''اونتی فیلوز'' کے ساتھ معاہدہ کیا ہے، جواس شعبے کی ایک ماہر تنظیم ہے، تاکہ طلبہ کو JEE، NEET، پیرامیڈیکل جیسے تکنیکی تعلیم کے کورسز کے داخلہ امتحان کے لیے تیار کیا جا سکے۔اس پروگرام کے تحت 11ویں سے 12ویں جماعت کے 6000 بچوں کا انتخاب پہلے سال ٹیسٹ کے ذریعے کیا جائے گا۔اس کے بعد داخلے کی مختلف تیاریوں کے لیے کوچنگ، ٹیسٹ سیریز، امتحانات کے لیے ضروری تعلیمی تعاون اور تیاری کے دوران باقاعدہ رہنمائی اور رہنمائی کی جائے گی۔وزیر تعلیم منیش سسودیا نے کہا کہ حکومت کے اس قدم سے اب دہلی کے سرکاری اسکولوں میں مستقبل کے ہزاروں ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان، اور دیگر شعبوں کے ماہرین تیار ہوں گے، جو پوری دنیا میں ہندوستان کا نام روشن کریں گے، انہوں نے کہا کہ دہلی حکومت سائنس اور ٹیکنالوجی میں اعلیٰ تعلیم کے مواقع تک مساوی رسائی کوفروغ دینے کے لیے پرعزم ہے اور یہ مفت کوچنگ پروگرام اس سمت میں سنگ میل ثابت ہوگا۔خیال رہے کہ اس وقت دہلی کے سرکاری اسکولوں میں 30 ہزار سے زیادہ بچے 11ویں سے 12ویں جماعت میں سائنس اسٹریم میں داخل ہیں۔ٹیسٹ کی تیاری کا مفت پروگرام ان طلبہ کو انجینئرنگ، MBBS/BDS، فارمیسی، نرسنگ، پیرامیڈیکل کورسز، تحقیقی پروگراموں اور تدریسی ڈگریوں سے لے کر STEM میں ٹاپ گریجویٹ پروگراموں اور ڈپلومہ کورسز میں داخلہ لینے میں مدد کرے گا۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس پروگرام میں دہلی حکومت کی شراکت دار ''اونتی فیلوز'' گزشتہ 11 سالوں سے اس شعبے میں کام کررہی ہیں اور STEM تعلیم کوفروغ دینے کے لیے کئی ریاستی حکومتوں کے ساتھ مل کر کام کررہی ہیں۔(بحوالہ نیوز۔۱۸)

ایک اور بڑا بینک گھوٹالہ؛ 28 بینکوں سے 22 ہزار کروڑ روپے کی دھوکہ دہی، 8 افراد گرفتار

بینکنگ شعبہ میں ایک اور بڑے گھوٹالہ کا انکشاف ہوا ہے۔میڈیا رپورٹ کے مطابق اے بی جی گروپ (اے بی جی شپیارڈ) نے 28 بینکوں کے ساتھ دھوکہ دہی کی ہے اوران بینکوں کوتقریباً 22 ہزار کروڑ روپے کا چونا لگایا ہے۔یہ گھوٹالہ اتنا بڑا ہے کہ بینک گھوٹالوں کے اب تک کے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے ہیں۔فی الحال سی بی آئی نے مقدمہ درج کر کے تحقیقات شروع کردی ہیں اور جلد ہی تحقیقات میں دوسری ایجنسیاں بھی شامل ہوسکتی ہیں،اس معاملہ میں تاحال 8 افراد گرفتار کئے جاچکے ہیں۔سی بی آئی کے مطابق اس دھوکہ دہی میں جن 28 بینکوں کوزک پہنچائی گئی ہے ان میں ایس بی آئی، بینک آف بڑودا، بینک آف انڈیا، آئی ڈی بی آئی، پنجاب نیشنل بینک سمیت نجی بینک آئی سی آئی سی آئی بھی شامل ہیں۔اس کے علاوہ ایل آئی سی کوبھی چپت لگائی گئی ہے۔اس گھوٹالہ کا انکشاف سب سے پہلے 25 اگست 2020 میں ہوا تھا جب ایس بی آئی کے ایک ڈپٹی جی ایم نے سی بی آئی کوتحریری شکایت پیش کی تھی۔بینکوں سے دھوکہ دہی کرنے والی دو کمپنیاں ہیں، اے بی جی شپیارڈ اوراے بی جی انٹرنیشنل پرائیویٹ لمیٹڈ، تاہم یہ دونون کمپنیاں ایک ہی گروپ سے وابستہ ہیں۔سی بی آئی کے مطابق گجرات کے سورت سے تعلق رکھنے والا یہ گروپ پانی کے جہاز تیار کرتا ہے اوران کی مرمت سے منسلک دوسرے کام بھی کرتا ہے۔ایف آئی آر میں اے بی جی گروپ کے منیجنگ ڈائریکٹر آر کے اگروال، ایگزیکٹیو ڈائرکٹرس، دیگر ڈائرکٹرس اور کئی سرکاری افسران کے نام بھی درج کیے گئے ہیں۔ان لوگوں کے خلاف سرکاری املاک پر قبضے جیسی سنگین دفعات (مجرمانہ سازش، دھوکہ دہی، انسداد بدعنوانی ایکٹ) کے تحت مقدمات درج کیے گئے ہیں۔جن دفعات کے تحت مقدمہ درج کیا گیا ہے ان میں الزام ثابت ہونے پر عمر قید تک کی سزا ہوسکتی ہے۔

گھوٹالہ کس طرح انجام دیا گیا: اے بی جی نے بینکوں سے لون اور کئی طرح کی کریڈٹ سہولیات حاصل کیں اور حاصل ہونے والی رقوم کو اپنی معاون کمپنیوں کے ذریعے بیرون ملک بھیجا گیا۔بینکوں سے لئے گئے لون کی رقم سے بیرون ملک جائیداد اور شیئر خریدے گئے۔اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے رقم کوایک کمپنی سے دوسری کمپنیوں تک بھیجا گیا۔بتایا جارہا ہے کہ اے بی جی نے اپنے بنائے جہاز بیرون ملک فروخت بھی کئے لیکن بینکوں کے قرض کی کوئی ادائیگی نہیں کی۔ایف آئی آر کے مطابق اے بی جی گروپ نے ایس بی آئی کو 2468 کروڑ روپے کی زک پہنچائی جبکہ ایل آئی سی کو 136 کروڑ کا چونا لگایا۔بینکوں کے ساتھ مجموعی طور پر 22842 کروڑ روپے کی دھوکہ دہی ہوئی اور چونا لگانے کا یہ سلسلہ 2012 سے 2017 کے دوران لگاتار جاری رہا۔سی بی آئی نے اس معاملے میں مقدمہ درج کرنے کے بعد 13 مقامات پر چھاپے مارے ہیں اوراہم دستاویزات برآمد کئے۔سی بی آئی ذرائع کا دعویٰ ہے کہ معاملہ کی جانچ بینکوں کے اعلیٰ حکام تک پہنچ سکتی ہے۔جیسے جیسے تحقیقات آگے بڑھیں گی کئی لیڈروں کے نام بھی سامنے آنے کی امید ہے۔(بحوالہ قومی آواز)

Scanned with CamScanner

حجاب اصلاً آزادیٔ رائے، اظہار رائے اور شخصی آزادی کا آئینی مسئلہ ہے: حضرت امیر شریعت

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر نے حجاب مسئلے پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حجاب کولوگ دستور ہند کی دفعہ 25 کے تحت مذہبی آزادی سے جوڑ رہے ہیں جب کہ آئین کے نقطہ نظر سے اصولی طور پر یہ مسئلہ آزادی رائے، اظہار رائے اور شخصی آزادیوں کا ہے۔ ہمارا پہننا اوڑھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا اور ہماری حیا سب آزادیٔ اظہار اور رائے (Freedom of speech and expression) کا حصہ ہے۔ انہوں نے واضح الفاظ میں کہا کہ ہمیں اس مسئلہ کو پہلے آئین کی دفعہ 19 (رائے اور اظہار رائے کے بنیادی حقوق) اور دفعہ 21 (شخصی آزادیوں کے تحفظ کے بنیادی حقوق) کے تحت حل کرنا چاہیے اور اخیر میں دفعہ 25 (مذہب پر عمل اور تبلیغ کے بنیادی حقوق) کی طرف رخ کرنا چاہیے۔ ایسے مسائل کا حل ہمیں بھارتی آئین اور دستور کے بنیادی حقوق کے دائرہ میں تلاش کرنا چاہیے، بھارتی آئین میں آزادیٔ اظہار اور شخصی آزادی کا بہت ہی وسیع دائرہ ہے، ان حقوق کو سمجھ کر انہیں حاصل کرنا جمہوریت کو زندہ رکھنا ہے۔ بھارت میں شخصی آزادی کا مفہوم بعد میں چل کر مزید واضح ہوا اور اس کے دائرہ میں مزید وسعت پیدا ہوئی۔ مینکا گاندھی کیس سے قبل، اس کا دائرہ نسبتاً محدود تھا، جس میں کسی شہری کے لیے محدود شخصی آزادیاں تھیں۔ شخصی آزادی کی وضاحت سب سے پہلے اے کے گوپالن بمقابلہ ریاستِ مدراس 1950 کیس کے ذریعہ ہوئی تھی۔ اس معاملے میں شکایت کنندہ، ایک کمیونسٹ لیڈر کو پریوینٹیو ڈیٹینشن ایکٹ 1950 (preventive detention act) کے تحت (شک کی بنا پر احتیاطی حراست) میں لیا گیا تھا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ اس طرح کی نظر بندی غیر قانونی ہے کیونکہ آرٹیکل 21 کی دفعہ 19 کے شق (1)(d) کے تحت انہیں جس نقل و حرکت کی آزادی حاصل ہے اس کی صریح خلاف ورزی ہوتی ہے لہٰذا نقل و حرکت کی آزادی کو کسی بھی شہری کی شخصی آزادی تسلیم کیا جانا چاہیے۔ آرٹیکل 21 میں اس بات کی وضاحت ہے کہ محض اس بات کو یقینی بنانا کافی نہیں ہے کہ کسی شخص کو جینے کا حق ہے بلکہ پورے عزت و وقار کے ساتھ جینے کو یقینی بنانا کسی بھی شہری کی شخصی آزادی کا اہم عنصر ہے لہٰذا آئین میں ہر فرد کو عزت و وقار کے ساتھ جینے کے حق کی ضمانت دی گئی ہے۔ جس کا واضح مطلب ہے کہ ہر شہری اپنے ذاتی فیصلے اور خودمختاری کے ساتھ اپنی ضروریات کی تکمیل کرے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آرٹیکل 21 کے تحت آئین کی دفعہ 19 (1)(A) کے ذریعہ ہمیں شخصی آزادی اور آزادء اظہار کا مکمل حق حاصل ہے۔ اب وہ شخصی آزادی ہمارا پہننا اوڑھنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا، ہماری حیا اور ہمارا پردہ سب کچھ ہے۔

حضرت امیر شریعت نے مزید کہا کہ یہی وجہ ہے کہ میں نے واضح طور پر کرناٹک کی حکومت سے اپنے مکتوب میں کہا ہے کہ ''آج نوجوان مسلم طالبات کو ان کی شخصی آزادی سے محروم کیا جا رہا ہے''۔ حضرت امیر شریعت نے تحریر کے ذریعہ درخواست کی ہے کہ کرناٹک میں طالبات کی شخصی آزادی اور بنیادی حقوق کو برقرار رکھا جائے۔ آئین کے تحت، مسلم طالبات جو اپنے بالوں کو اسکارف سے چھپانے کا اہتمام کرتی ہیں، انہیں اس کا پورا حق حاصل ہے کیونکہ دوسرے مذاہب کے شہری اپنی ذاتی آزادیوں اور مذہبی آزادیوں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، جیسا کہ ان کو کرنے کا حق ہے۔ مثلاً برہمن اپنے حقوق کا استعمال کرتے ہوئے جنیو پہنتے ہیں، ہندو اپنے سر پر تلک لگاتے ہیں، اور سکھ پگڑی باندھتے ہیں، یہ چند مثالیں بطور ذکر پیش کی گئیں ہیں۔

مسلم خواتین کو ان کی ذاتی آزادی اور بنیادی حقوق کو برقرار رکھنے کی اجازت نہ دینے کا فیصلہ شہریوں میں عدم اطمینان اور موجودہ حکومت کے تئیں عدم اعتماد پیدا کر رہا ہے۔ یہ فیصلہ بھائی چارے کے اس تصور کی مزید خلاف ورزی کرتا ہے جو بھارتی آئین کے دیباچہ میں درج ہے۔ ہمارا ملک تنوع میں اتحاد کے لیے جانا جاتا ہے، جو لوگ اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں وہ ملک کی شبیہ اور اس کی روح کو نقصان پہونچا رہے ہیں۔

حضرت امیر شریعت نے اس سلسلہ میں آئینی حدود کی بھی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ شخصی آزادی اور آزادیٔ اظہار رائے کے کچھ حدود و قیود ہیں جن میں: (1) وہ باتیں جن سے ریاست کی سلامتی کو خطرہ ہو، اظہار رائے کی آزادی یا شخصی آزادی کے خلاف ہے۔ (2) 1951 کے ترمیم شدہ ایکٹ کے مطابق دوسری ریاستوں کے ساتھ ملک کے تعلقات کو خطرے میں ڈالنے والی بات اظہار رائے یا شخصی آزادی کے خلاف ہے۔ (3) عوام کے درمیان امن و امان کی فضاء کو متاثر کرنے اور ملکی سالمیت کو خطرہ پہنچانے والی باتیں اظہار رائے یا شخصی آزادی کے خلاف ہیں۔ (4) شرافت اور اخلاقیات کو متاثر کرنے والی باتیں اظہار رائے کی آزادی یا شخصی آزادی کے مخالف ہیں۔ (5) عدالت کی توہین اظہار رائے یا شخصی آزادی کے بہانے نہیں کی جا سکتی۔ (6) بھارتی آئین کے دفعہ 19 کی شق (2) کسی بھی شخص کو ایسا بیان دینے سے روکتی ہے جس سے ہتک عزت یا کسی کی شبیہ مجروح ہو۔ (7) اظہار رائے کی آزادی یا شخصی آزادی کے قیود میں اہم قید یہ بھی ہے کہ کوئی شخص ایسا بیان نہ دے جو لوگوں کو جرم کے لیے اکسانے والا ہو۔ (8) مذکورہ قانون میں 1963 کی ترمیم میں واضح کیا گیا ہے کہ کوئی شخص ایسا بیان نہ دے یا ایسا عمل نہ کرے جو ملک کی سالمیت اور خودمختاری کے لیے خطرہ کا سبب ہو۔ ظاہر ہے کہ حجاب پہننے سے، جنیو پہنے سے، تلک لگانے سے، پگڑی اور دھوتی کرتا پہننے سے، خاص رنگ کا لباس پہننے سے مذکورہ قیود کی خلاف ورزی نہیں ہوتی ہے۔ حضرت امیر شریعت نے اس بات پر زور دیا کہ جس طرح مختلف اسکولوں میں حجاب پہن کر پہنچنے پر طالبات کو روکا جا رہا ہے وہ آئین کی آرٹیکل 19 اور 21 کی صریح خلاف ورزی اس لیے بھی ہے کہ اس شق میں واضح طور پر یہ لکھا ہوا ہے کہ کسی بھی شخص کو اس کی شخصی آزادی سے اس وقت تک محروم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس پر کوئی قانون نہ بن جائے۔ اسی طرح رازداری کا حق (Right to privacy) ایک عمومی اور واضح حق معلوم ہوتا ہے لیکن طویل عرصے سے، اسے حکومت کی جانب سے ایک علحدہ حق کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا تھا کیونکہ آئین سازوں نے اس کا واضح ذکر نہیں کیا تھا تاہم وقت کے ساتھ عدالتوں کے مختلف فیصلوں نے ثابت کیا کہ ہر شہری کو اپنے جسم، دماغ اور معلومات پر اپنی رازداری کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ اگرچہ رازداری کا حق کسی شخص کے بنیادی حقوق میں سے ایک ہے، بالخصوص جدید جمہوریت میں، یہ کوئی ڈھکا چھپایا عجوبہ حق نہیں ہے تاہم بعض حالات میں ایک شہری کی بھلائی اور بہتری کے لیے معقول پابندیاں عائد کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

حضرت امیر شریعت نے مذکورہ دفعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تناظر میں بھی حجاب کے مسئلے کو دیکھنا ضروری ہے کیونکہ حجاب دراصل اپنی عزت و وقار کی حفاظت کے لیے اپنے جسمانی اعضا اور خد و خال کو دوسروں کی نگاہوں سے بچانے کا ایک عمل ہے لہٰذا جس طرح ہمیں اپنی معلومات اور اپنے افکار و خیالات یا اپنی حرکات و سکنات کو اپنی مصلحتوں کے تحت چھپانے اور بچانے کا حق ہے اسی طرح ہمیں اپنے اعضا و جسمانی محاسن کی حفاظت کا حق ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں مزید یہ فرمایا کہ اسی طرح آرٹیکل 14 کی بنیاد ہی یہی ہے کہ بھارتی حدود کے اندر کسی بھی شخص کو قانونی مساوات کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی شخص کو اس کے مساوی حقوق کے تحفظ سے روکا جا سکتا ہے، اس آرٹیکل کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو جس طرح ہمارے وطن میں پگڑی، دھوتی، مختلف رنگ کے ملبوسات اور رہن سہن کے دیگر طور طریقوں پر کسی کے ساتھ ناروا سلوک نہیں کیا جاتا، اسی طرح ٹوپی، داڑھی اور حجاب پر بھی چھیڑ چھاڑ یا روک ٹوک نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ ایسا کرنا شہریوں کے ساتھ سلوک اور برتاؤ میں عدم مساوات کہلائے گا۔ رہ گیا مسئلہ اسکول کے یونیفارم کا تو مسلم طلبا و طالبات بھی اس یونیفارم کے مکمل پابند ہیں مگر یونیفارم کے قوانین بنیادی حقوق کے اوپر نہیں ہو سکتے، اس لیے اگر طالبات حجاب بھی پہننا چاہتی ہیں تو اسے یونیفارم کی خلاف ورزی نہیں بلکہ اظہار کی آزادی، شخصی آزادی اور سلوک میں مساوات کے تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ اس میں تو اچھی بات یہ ہوگی کہ پگڑی، کڑا، لال دھاگہ، جنیو، ٹوپی، بندی، سندور، منگل سوتر، حجاب، تلک، راکھی وغیرہ کو اس کے اپنانے والوں کے لیے یونیفارم میں شامل کر لیا جائے۔

اخیر میں حضرت نے فرمایا کہ انہیں خوبیوں کی وجہ سے بھارتی آئین (دستور) کو دنیا کے چند بہترین دساتیر میں شمار کیا جاتا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ملک کی سالمیت اور استحکام و ترقی کے لیے ان کا غیر جانبدارانہ نفاذ کیا جائے اور ملک کو صرف آئین کے تحت چلایا جائے۔ اس صورت حال میں مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ ہم کسی بھی سماجی یا شخصی مسئلے کو مذہب کے دائرہ میں محدود کرنے کے بجائے، قوم و ملک کے سامنے اسے قانونی اور دستوری زاویے سے سمجھیں اور سمجھائیں۔ آئین نے ہمیں وسیع دائرہ فراہم کیا ہے جسے پڑھ کر اور سمجھ کر ہم آئین اور دستور کے مکمل حوالہ کے ساتھ اس قسم کے مسائل کا بہتر حل کر سکتے ہیں۔

بھارت سنگاپور کے وزیر اعظم سے ناراض کیوں ہوگیا؟

سنگاپور کے وزیر اعظم لی سین لونگ نے چند روز قبل ملکی پارلیمان میں جمہوریت کے طریقہ کار کے موضوع پر ایک سنجیدہ بحث کے دوران بھارت کا حوالہ دیا اور ''نہرو کے بھارت'' سے آج کے بھارت کا موازنہ کرتے ہوئے، جمہوریت اور سیاسی اخلاقیات میں آنے والی گراوٹ کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج بھارتی پارلیمان کے ایوان زیریں، لوک سبھا، میں نصف سے زائد اراکین کے خلاف مجرمانہ مقدمات درج ہیں۔ سنگاپور بھارت کا اہم اسٹریٹیجک پارٹنر ہے، بھارتی وزارت خارجہ نے سنگاپور کے سفیر سائمن وونگ کو جمعرات کے روز طلب کر کے وزیر اعظم لی سین لونگ کے بیان پر سخت ناراضگی ظاہر کی۔ بھارتی وزارت خارجہ نے سنگاپور کے سفیر کو طلب کر کے لی سین کے بیان پر سخت ناراضگی ظاہر کی اور کہا کہ وزیر اعظم لی سین کا یہ بیان غیر ضروری تھا۔

یوں تو پاکستان جیسے بعض ممالک کے سفیروں کو وزارت خارجہ میں طلب کرنا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے تاہم نئی دہلی قریبی اسٹریٹیجک تعلقات والے ملکوں کے سفیروں کو وزارت خارجہ میں شاذ و نادر ہی طلب کرتا ہے۔ میڈیا رپورٹوں کے مطابق سنگاپور کے وزیر اعظم نے بحث کے دوران کہا: ''بیشتر ممالک اعلیٰ نصب العین اور بہترین قدروں پر قائم ہوتے ہیں، لیکن یہ چیزیں اپنے بانی رہنماؤں یا پہلی نسل کے بعد بالعموم برقرار نہیں رہ پاتیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ان میں تبدیلی آ جاتی ہے۔'' ان کا مزید کہنا تھا کہ جو رہنما آزادی کی جنگ کے لیے خود کو قربان کرتے ہیں۔ ان میں جرأت، اخلاقیات اور فہم اعلی درجے میں پائی جاتی ہے۔ وہ آگ کے دریا سے گزر کر کے عوام اور قوم کے رہنما بنتے ہیں، ان میں ڈیوڈ بن گورین، جواہر لال نہرو اور ہمارے اپنے رہنما شامل ہیں۔'' سنگاپور کے وزیر اعظم نے مزید کہا کہ نہرو کا بھارت اب ایک ایسا ملک بن گیا ہے جہاں میڈیا رپورٹوں کے مطابق، لوک سبھا کے تقریباً نصف اراکین کے خلاف مجرمانہ مقدمات زیر التوا ہیں، ان میں ریپ اور قتل جیسے الزامات بھی شامل ہیں۔

خیال رہے کہ موجودہ مودی حکومت نے کانگریس پارٹی سے تعلق رکھنے والے بھارت کے پہلے وزیر اعظم آنجہانی جواہر لال نہرو کے خلاف ایک مستقل مہم شروع کر رکھی ہے۔ وزیر اعظم مودی اور ان کی حکمراں بھارتیہ جنتا پارٹی ملک کے تمام مسائل نیز پڑوسی ملکوں کے ساتھ تنازعات کی جڑ نہرو اور ان کی پالیسیوں کو قرار دیتی ہے۔

تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ ایسے وقت جب مودی حکومت ''ماضی کی غلطیوں'' کے لیے کانگریس حکومت کو ہی مورد الزام ٹھہرانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے اور جب ہندو قوم پرست جماعت آر ایس ایس اور بھارتیہ جنتا پارٹی نریندر مودی کو ایک ''عظیم عالمی رہنما'' کے طور پر پیش کرنا چاہتی ہے، سنگاپور کے وزیر اعظم لی سین لونگ کی طرف سے آنجہانی جواہر لال نہرو کی تعریف ان کوششوں پر پانی پھیر سکتی ہے۔

غیر سرکاری تنظیم ایسوسی ایشن آف ڈیموکریٹک ریفارمز (اے ڈی آر) کی رپورٹ کے مطابق 2019 کے عام انتخابات میں منتخب ہونے والے 539 اراکین پارلیمان میں سے 233 یعنی 43 فیصد کے خلاف مجرمانہ مقدمات زیر التوا ہیں۔ اے ڈی آر کے مطابق سن 2014 کے الیکشن میں مجرمانہ ریکارڈ کے حامل منتخب اراکین کے مقابلے سن 2019 میں 26 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ اے ڈی آر کے مطابق مجرمانہ کیسز والے سب سے زیادہ 116 اراکین بی جے پی کے ہیں۔ جبکہ کانگریس کے 29، جنتا دل یونائیٹیڈ کے 13، ڈی ایم کے کے 10 اور ترنمول کانگریس کے نو اراکین کے خلاف مجرمانہ کیسز ہیں، بی جے پی کے جن اراکین کے خلاف مجرمانہ کیسز ہیں ان میں چار مرکزی وزراء شامل ہیں۔ **(بحوالہ ڈوئچے ویلے جرمنی)**

Scanned with CamScanner

کورے کاغذ کی فکر کیجئے

عمیر احمد جامعی

کسی بھی قوم کا روشن مستقبل اس قوم کے بچوں کی صالح تربیت پر منحصر ہوتا ہے۔ بچے اپنی قوم کے لئے پہلی اینٹ اور ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں، اگر ان کو اچھی تعلیم دی جائے، ان کی بہتر رہنمائی کی جائے اور ان کی پوشیدہ قوتوں کو ابھارنے کی کوشش کی جائے تو کل یہی بچے اپنی قوم کی نیک نامی، بلند ہمتی، اس کے اعلی اخلاق کی مثال اور شاندار کامیابی کا آئینہ دار بن جاتے ہیں۔ اس کے بالمقابل وہ قوم جو اپنے بچوں کو بچہ سمجھ کر چھوڑ دیتی ہے، ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتی، ان کی صحیح تعلیم وتربیت اور بہتر رہنمائی میں کوئی دلچسپی نہیں دکھاتی، اچھی باتوں اور صالح قوتوں کو ابھارنے کی کوشش نہیں کرتی اور ان کی فکری صلاحیتوں کو صحیح راہ پر استوار کرنے کو ناگزیر نہیں سمجھتی تو وہ بچے خود اپنی قوم کے لئے وبال بن جاتے ہیں، پوری قوم اور معاشرہ فتنہ فساد کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور پھر دھیرے دھیرے وہ ہلاکت وتباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آج جو بچہ ہے، ہوسکتا ہے کہ آنے والے دنوں میں وہ اپنی قوم کا لیڈر اور اس کا رہنما ہو، لہذا جب وہ خود صحیح نہج پر قائم نہیں ہوگا تو اس کے پیچھے چلنے والی قوم بھلا کیسے سیدھے راستے پر چلے گی؟ اگر قائد کے اندر کجی ہوگی تو پھر وہ قوم بھی یقینی طور پر کج رو ہوگی۔

بچے، نرم مٹی کی طرح انفعالی قوت کے حامل ہوتے ہیں جو ہر طرح کے رطب ویابس اور اچھی بری چیز کو قبول کر لیتے ہیں۔ ان کے اندر نہ خیر کی تمیز ہوتی ہے اور نہ شر کا شعور ہوتا ہے۔ وہ اپنے سامنے والے کی بھی حرکات وسکنات اور ان کا جیسا رہن سہن دیکھتے ہیں اسے اپنا لیتے ہیں، انہیں نہ تو اس سے بحث ہوتی ہے کہ یہ چیز ہمارے لئے فائدہ مند ہے یا نقصان دہ اور نہ ان کو اس کی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ اچھائی اور برائی کے درمیان فرق وامتیاز کرسکیں۔ لہذا یہ ذمہ داری بچوں کے ماں باپ، ان کے قریبی رشتہ داروں اور اس معاشرہ کے سر کردہ افراد کی ہے کہ وہ ان کی پاکیزہ تعلیمات کا اہتمام کریں اور ان کے اندر دین کی محبت پیدا کریں اور انہیں حسن اخلاق کا سبق سکھائیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر بچہ پاکیزہ طبیعت، صالح فطرت اور نیک سیرت پر پیدا ہوتا ہے مگر وہ اپنی گھریلو تربیت یا اپنے اردگرد کے ماحول سے متاثر ہوکر کبھی یہودیت کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو کبھی نصرانیت کو اپنا لیتا ہے اور کبھی مجوسیت کو اختیار کر لیتا ہے۔ (بخاری شریف) اس کا مطلب یہ ہوا کہ بچوں کے ذہن ومزاج پر تربیت اور اردگرد کے ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ بچوں کو اگر اچھی تعلیم اور پاکیزہ تربیت دی جائے تو وہ پاکیزگی اور خیر وبھلائی کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اگر انہیں غلط تربیت دی جائے تو ان کا رجحان غلط چیزوں کی طرف ہوتا ہے۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صدقہ کی کھجوریں آئیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جو ابھی بچے ہی تھے، ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی دیکھا تو فرمایا ''پھینکو پھینکو، جلدی منہ سے نکالو کیا تم نہیں جانتے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔'' قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں تعلیم دی گئی ہے کہ اسلامی معاشرہ میں رہنے والے بچوں کو برائیوں سے اسی طرح روکا جائے جس طرح بڑوں کو روکا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً بتا دیا کہ بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ غذائی تربیت بھی ضروری ہے۔ ان کے لئے ایسی غذا اور کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہئے جو ان کے جسم میں قوت وتوانائی بھی پیدا کرے اور ان کی روح کو پاکیزگی بھی بخشے۔ غذا کا انسانی زندگی پر بڑا اثر مرتب ہوتا ہے۔ اچھی اور پاکیزہ غذائیں انسان کے اندر طہارت و پاکیزگی کے رجحانات پیدا کرتی ہیں اور خراب (یعنی حرام مال سے حاصل کی جانے والی غذائیں انسان کو برائیوں اور غلط کاریوں کی طرف لے جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے پہلے غذا کی اصلاح پر توجہ دی ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ''اے ایمان والو! پاکیزہ رزق کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت ہی قرآنی آیات اور بے شمار احادیث طیبہ ہیں جن میں انسان کو پاکیزہ اور صالح غذاؤں کے استعمال پر زور دیا گیا ہے۔ یہ ایک اہم سوال ہے کہ بچوں کی تربیت کس طرح کی جائے اور کب سے ان کی تربیت پر پوری توجہ دی جائے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی جامعیت اور واضح لفظوں میں اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ بچے جب سوجھ بوجھ والے ہونے لگیں تو انہیں دینیات واخلاقیات کی ٹریننگ دی جائے، اسلامی فرائض وواجبات کی مشق کرائی جائے اور ان میں لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق اور اچھے برتاؤ کے ساتھ پیش آنے کی عادت ڈالی جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تربیت یافتہ جاں نثار صحابہ کرام بچوں کی تربیت کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے اور انھیں اچھی چیزوں کی مشق کراتے تھے جیسا کہ روایتوں سے ثابت ہے۔ یہ اسی عظیم تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا کہ اسلامی معاشرے کی گود میں پلنے والے بچے تاریخ کے صفحات پر بھی تو حسنین کریمین بن کر ابھرے تو کبھی معاذ اور معوذ کے نام سے جانے گئے، کبھی انس بن مالک اور اسامہ بن زید بن کر چمکے تو کبھی عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر کے نام سے مشہور ہوئے۔ ہمیں اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر کیا بات ہے کہ آج ہمارے درمیان ان جیسی شخصیات نمودار نہیں ہوتیں اور ہمارے بیچ ایسی نابغہ روزگار ہستیاں جنم نہیں لیتیں؟ بلکہ اب تو نقشہ ہی الٹ گیا ہے، آج جو نئی نسل نمودار ہو رہی ہے، اس میں ایسے بے شمار بچے مل جائیں گے جن کے اندر نہ تو دین سے کوئی رغبت ہے، نہ اسلام سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی ان میں حسن اخلاق کا کوئی مظاہرہ نظر آتا ہے۔ اگر اس بے راہ روی کے اسباب وعلل پر غور کریں تو ان میں ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوگی کہ ہم اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر کوئی توجہ نہیں دیتے، ان کے اندر دینداری کا ذوق پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور ان کے لئے اسلامی تعلیمات کو ثانوی چیز سمجھتے ہیں۔ لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کو فراموش نہ کریں اور ان کی تعلیم وتربیت کو اپنی زندگی کا سب سے اہم کام سمجھیں۔

دماغ کے عجائبات

قاضی مظہرالدین طارق

ہمارا دماغ بھی کیا عجوبہ ہے، ہمارا ہی کیا، کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے جاندار کا دماغ! مکھی کا، چیونٹی کا، واحد سیلولز جرثوموں کا مرکز! درختوں اور پودوں میں بھی کوئی دماغ جیسی کوئی چیز ضرور ہے جو فیصلہ کرتی ہے کہ پانی، کاربن، آکسیجن، کچھ منرلز اور دھوپ کی روشنی سے توانائی لے کر کیا بنائے اور استعمال کے بعد بچ جانے والی 'پروڈکٹس' کہاں محفوظ کر کے رکھے، ایک بیج بھی عقل رکھتا ہے کہ وہ اپنی چھپائی ہوئی کونپل کس وقت باہر نکالے، وہ سالوں باہر نہیں آتا جب تک باہر کا ماحول اُس کی زندگی کے لئے سازگار معلوم نہ ہو جائے۔ ایک انسان میں ستّر کھرب سے سو کھرب تک منفرد اور زندہ سَیلز ہوتے ہیں، اِن کی زندگی ایک مکمل زندگی ہوتی ہے، یہ ہر وہ کام انفرادی طور پر کرتے ہیں جو ہم کرتے ہیں، یہ کھاتے ہیں، پیتے ہیں، سانس لیتے ہیں، نشوونما پاتے ہیں، بول و براز خارج کرتے ہیں اور تو اور اَولاد پیدا کرتے ہیں۔ مختلف سَیلز کی مختلف عمریں ہوتی ہیں، چند گھنٹوں سے لے کر چند سال تک ہوتی ہیں، سب سے لمبی عمر والے 'لینس' کے سَیلز کی ہوتی ہے، رحمِ مادر سے لیکر قبر تک، پوری زندگی، الا یہ کہ کوئی موتیا کا آپریشن کروا کر مصنوئی لینس لگوا لے۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ دماغ ایک وقت میں سب کو ہدایات دیتا ہے کہ کس کو کب کیا کرنا ہے، حالاں کہ ہر سَیل میں پورے جسم اور اَعضاء کا پورا 'بلو پرنٹ' موجود ہوتا ہے، اِس میں تو سارے کام ایک ساتھ درج ہیں دماغ ہی ہدایات دیتا ہے اور 'کوآرڈینیٹ' کرتا ہے کہ کب، کون، کیا کام کرے، جیسے جب تک ہدایت نہ ملے خالی پیٹ میں جگر بائیل نہیں بھیجتا، اور دماغ بھی اُس وقت تک حکم نہیں دیتا جب تک پیغام دینے والا یہ نہ بتائے کہ یہاں کھانا پہنچ گیا۔ یہ سب انتظامات کیوں؟ صرف اس لئے کہ ہم زندہ رہیں! ایک وقت ہماری پیدائش سے پہلے، رحمِ مادَر میں، ہمارے سارے کے سارے سَیلز بالکل ایک جیسے تھے اور سب میں ایک ہی مکمل بلو پرنٹ ایک ہی جیسا موجود تھا تو یہ اللہ القوی العزیز کے دیے ہوئے حکم اور علم سے یہ دماغ ہی ہے جو بتاتا ہے کہ کس کو کب کیا پروٹین بنانا ہے کیسا اور کیسے بنانا ہے، جیسے اگر ہماری آنکھ میں ناخن والا پروٹین بن جاتا تو ہم کیسے دیکھتے؟ اللہ رب تعالیٰ علیم وحکیم جو الٰہ بھی ہے، اپنی یہ اِلٰہی صفات کمالِ محبت سے ہمارے دماغ کو عطا کی ہیں، اسلئے کہ اس کی ایک صفت 'وَدُودْ' (اپنی مخلوق سے بہت زیادہ محبت کرنے والا) بھی ہے۔ مگر دماغ مُحتاج اور معذور ہے، پہلے کھال میں لپٹا ہے، پھر ہڈیوں کی کھوپڑی میں، اس کے اندر بھی کئی پردوں میں ہے، جس میں پانی بھی بھرا ہے تاکہ اس کو ہر چوٹ کے نقصان سے محفوظ رکھا جائے، پھر اُس میں نہ ہوا کا گزر ہے نہ روشنی کا! بے چارہ اندھیری کوٹھڑی میں بند ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ تو 'وَدودْ' ہے، اُس نے اِس کو پَل پَل کی خبریں پہنچانے کا انتظام کیا ہے۔ پورے بدن کے ستّر یا سو کھرب میں سے اربوں کھربوں سَیلز کو تعلیم دی ہے کہ ان کو جو اطلاع ہے اُس کو بجلی کے خفیہ کوڈز میں تبدیل کریں اور اپنے مواصلاتی نظام کے ذریعہ اس 'کوڈِڈ' برقی پیغام کو دماغ تک پہنچائیں۔ دماغ کے بہت سے حِصّے ہیں جو مختلف کاموں کے ذمہ دار ہیں، پانچ حواس کے پانچ الگ الگ حصے ہیں جن میں پرانی یاداشتیں محفوظ ہیں اور علم بھی ہے، کہ وہ پہچان جاتے ہیں کہ اس چیز یا فرد کو پہلے کہیں دیکھا ہے، اچّھا! تو یہ تم ہو! یہ آواز کس کی ہے، بو کیسی ہے، ذائقہ کیسا ہے، ہم نے کس چیز کو چُھوا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سب سے بڑا حصّہ حرام مغز بھی ہے جو دماغ سے جُڑا ہوا ریڑھ کی ہڈیوں سے گزرتا ہوا نیچے تک جاتا ہے۔ یہ سب حصّے روزمرہ کے کاموں کے ذمہ دار ہیں جیسے پانچ حواس کے پانچ حصے، اور کچھ جسم کے اندرونی اَعضاء اور نظاموں کو چلانے کے ذمہ دار ہیں، جیسے نظامِ ہضم اور تنفّس وغیرہ۔ مگر دماغ کا سب سے بلند حِصّہ ایک عرشہ ہے جو سوچتا ہے سمجھتا ہے اور سارے بڑے بڑے فیصلے کرتا ہے، جب کسی حِصّے میں کوئی نئی قسم کی اطلاع آتی ہے تو سوچ سمجھ کر 'لوجک' سے فیصلہ کرنا ہوتا ہے تو یہ اِس عرشہ دماغ کو فیصلہ لینے کے لئے بھیج دی جاتی، اور اس کے فیصلے پر من وعن عمل کیا جاتا ہے۔ توجّہ کیجیے! ایک ہی وقت میں کھربوں پیغامات وصول کرنا اور اُس سے بڑھ کر سو کھرب منفرد سَیلز تک اپنے فیصلے اور حکم نامے پہچانا، کیا یہ الٰہی صِفَت نہیں؟ یہ اللہ سمیع وبصیر ہی تو ہے، صرف زمین پر بسنے والی کھرب ہا کھرب مخلوق ہے، وہ سب کی سنتا ہے اور سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے، زمین پر ایک جاندار ایسا نہیں جس کے رزق کی طلب وہ پوری نہ کرے، ایک پتہ ایسا نہیں جو گرتا ہے اور اُس کے علم میں نہ ہو۔ یہاں ایک قابلِ غور نکتہ بھی ہے، وہ یہ کہ پوری کائنات کے مقابلے میں ہمارے اس چھوٹے سے جسم کو زندہ اور رواں رکھنے کے لئے ایک واحد فیصلہ کن ذمہ دار ہے، اِس کا کوئی شریک نہیں ہے، تو اِس کائنات کو پیدا کرنے قائم رکھنے اور قیامت تک چلانے والا ایک ہی واحد القہّار ہوسکتا ہے، کیا اُس کا اس کام میں ہلکے سے ہلکا شریک بھی ممکن ہے؟ یہ سب اختیارات ہماری اِس زمین کی زندگی تک ہم کو زندہ رکھنے کے لئے ہمارے 'دماغ' کو فراہم کیے گئے ہیں۔ مگر یہ دماغ بھی ہماری خواہش اور حکم کا غلام ہے۔ وہ اس طرح کہ فرشتوں اور جنوں سمیت کائنات کی ہر شے نے اللہ جلّ جلالہٗ کے حکم سے ہم کو سجدہ کیا ہے، یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہمارا مطیع کیا ہے اور ہماری ہر خواہش پوری کرنے کا عہد لیا ہے۔ یہ دماغ نہ ہم سے، اِس دنیا میں بلند ہے، نہ آخرت میں، یہ تو بس رب کا عطا کردہ ہمارا کارندہ اور خادم ہے، یہ دنیا میں ہماری سواری ہے لیکن آخرت میں ہمیشہ کے لئے ہمیں اِس سے بہت اچھی سواری عطا کی جائے گی، یاد ہے ہم کون؟ ہم ہم ہیں! ہم روح ہیں، امرِ رَبی ہیں!!!

Scanned with CamScanner

مضمون نگاری کے طریقے

مولانا رضوان احمد ندوی

مضمون نگاری یا انشاء پردازی کا فن کوئی قدرتی یا پیدائشی نہیں ہوتا، بلکہ یہ ایک اکتسابی اور ذوقی عمل ہے جو انسان کے کثرت مطالعہ، مسلسل مشق اور تجربے کے ساتھ ترقی کرتا رہتا ہے، حتی کہ وہ ایک دن اس پر عبور حاصل کر لیتا ہے، اس فن کو سیکھنے کے لئے چند بنیادی اصول وقواعد کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے اور عزم وہمت وبلند حوصلگی کے ساتھ مسلسل عملی مشق کرتے رہنا چاہئے۔ ان شاء اللہ کچھ دنوں کی محنت، فکر ولگن، ذوق وشوق اور ذہنی ورزش سے آپ اچھے انشاپرداز بن سکتے ہیں۔

کار تحقیق:

تحقیق وتجسس کا مقصد، نامعلوم حقائق کی تلاش اور معلوم حقائق کی توسیع یا ان کی خامیوں کی اصلاح کرنا ہے، ان سربستہ رازوں کی پردہ کشائی کے لئے دقتِ نظر، نکتہ رسی، گہری سوچ وفکر اور عمیق مطالعہ کا ہونا ضروری ہے، محققین کو واقعات کے تجزیہ کا تنقیدی شعور رکھنا اور ایک مستحکم بنیاد پر اپنے خیالات ونظریات کو قائم کرنا ضروری ہے۔ اس کو اپنے ذاتی میلانات وقیاسات سے علاحدہ ہو کر اسی مواد پر انحصار کرنا چاہئے جو اس کی تحقیق کی بنیاد پر درست ثابت ہوا ہے۔ ان خیالات کے اظہار کے وقت الفاظ کے ذخائر اور تشبیہات واستعارات کے برمحل استعمال کا جاننا اور سمجھنا بھی ضروری ہے۔ دنیا میں جتنے بھی بڑے اور بلند پایہ محقق گذرے ہیں ان کی شخصیت اور تصانیف کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ اصول تحقیق اور کار تحقیق کے نہ صرف رمز شناس تھے بلکہ وہ تحقیق ساز بھی تھے اور محقق گر بھی، ماضی قریب کے محققین میں مرزا غالب، سرسید احمد خاں، مولانا حالی، علامہ شبلی نعمانی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا گیلانی، مولانا عبدالحق صاحب اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی وغیرہم کے تحقیقی کارناموں سے ارباب علم وفضل استفادہ کر رہے ہیں۔

موضوع کا انتخاب:

تحقیق میں پہلا اور نہایت اہم قدم موضوع کا انتخاب ہے اور یہ انتخاب محقق ومضمون نگار کی ذاتی دلچسپی، طبعی میلان اور اس کی اپنی علمی سطح کے مطابق ہوتا ہے، اگر موضوع اور محقق کے درمیان ذہنی وفکری ہم آہنگی کا فقدان ہے تو ایسا محقق موضوع سے عدم دلچسپی کے باعث مایوس ہو کر ہمت ہار بیٹھتا ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ خیام صرف فلسفہ لکھ سکتا ہے، حافظ صرف غزل لکھ سکتے ہیں، شیخ سعدی اخلاقی اور عشقیہ شاعری کے رمز شناس ہیں لیکن رزم میں انہیں کمال ودرک حاصل نہیں، اس لئے محقق کو قلم اٹھانے سے پہلے ذہن کو تیار کر لینا چاہئے، کہ وہ جس موضوع پر لکھنے بیٹھا ہے اس پر اس کی معلومات ومطالعہ کس قدر ہے؟ اگر موضوع اور محقق کے درمیان ذہنی بعد ہے تو ماہر محقق بھی اس موضوع کا حق ادا نہیں کر سکتا گو کہ وہ اپنے زور قلم، مضمون آفرینی اور جوش بیانی سے قاری کو مسحور کر دے پھر بھی قاری کو تشنگی کا احساس باقی رہے گا، اس لئے عربی کا ایک مقولہ ہے "لكل فن رجال" ہر کام کے لئے الگ الگ افراد ہیں اس لئے بہتر ہے کہ آپ اپنے ذوق اور دلچسپی کے موضوعات کا انتخاب کریں۔

ماخذ کا انتخاب

تحقیق کا دوسرا پہلو ماخذ ومراجع کا انتخاب ہے، محقق جس موضوع پر لکھنا چاہتا ہے اس موضوع کے ماخذ کو تلاش کرے کہ اس موضوع پر کون کون سی کتابیں دستیاب ہیں، ان کی فہرست، مرتب کرے اور ہر زبان سے استفادہ اور ہر مصنف کو پڑھے، البتہ جس موضوع پر مواد کی کثرت ہو یا جن کے لئے مواد کی فراہمی کے امکانات کم ہوں بہرصورت ناتجربہ کار محقق کو اس پر قلم نہیں اٹھانا چاہئے، ماخذ کے انتخاب میں قدماء کی مستند تصانیف اور نادر مخطوطات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے، جس طرح عمارت کی تعمیر کے لئے معیاری سامان کی حصولیابی کی جدوجہد کی جاتی ہے تاکہ بلڈنگ مضبوط ومستحکم اور ٹھوس بنیادوں پر کھڑی رہے، اسی طرح معیاری وتحقیقی مضامین کے لئے مستند مراجع وماخذ کو تلاش کرنا چاہئے، تاکہ مضمون جامع اور اصحاب ذوق کے لئے سیرابی کا ذریعہ بن سکے، دور حاضر میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے ماخذ تک رسائی کو آسان کر دیا ہے، ان ذرائع سے بھی معلومات حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

پڑھنا اور نوٹس تیار کرنا:

آپ جس موضوع پر مضمون یا مقالہ لکھنا چاہتے ہیں اس موضوع سے متعلق مطبوعات کے ہزاروں صفحات کا مطالعہ کیجئے اور موضوع سے متعلق مواد پر غور کرتے جائیے پھر ان عبارتوں کو اپنی کاپی پر لکھتے جائیے، جو جملے اور عبارتیں آپ کو مضمون کے لئے مطلوب ہیں اور وہ بامعنی بھی سمجھ میں آرہے ہیں تو انہیں اس کتاب کے حوالہ کے ساتھ لفظ بہ لفظ لکھئے، ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنی جیب میں سادہ کاغذ کے چند ٹکڑے محفوظ رکھئے اور چلتے پھرتے آپ کو موضوع سے متعلق کوئی فقرہ یاد آجائے تو یادداشت کے خانہ میں محفوظ کر لیجئے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں جب کوئی رسالہ لکھتا ہوں تو راتوں کو نیند نہیں آتی، پنسل کاغذ پاس لے کر سوتا ہوں اور جو کچھ یاد آتا ہے راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس کو لکھتا ہوں تاکہ ذہن سے نہ نکل جائے، حقیقت یہ ہے کہ نوٹس کی تیاری میں صبر آزما محنت اور جانفشانی کی ضرورت پڑتی ہے مگر اس کی اہمیت وافادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

مطالعہ کا ذوق پیدا کیجئے!

مطالعہ کی عادت ڈالئے اس کے ذریعہ انسان اپنی اندرونی صلاحیتوں اور علم وحکمت کے ان نوادرات کو اجاگر کر سکتا ہے، جن کو قدرت کے ہاتھوں نے آپ کے قلب ودماغ میں محفوظ کر دیا ہے، جس طرح ایک دریا اور سمندر میں غوطہ زن اس کی گہرائیوں میں پہونچ کر قیمتی اور نایاب گوہر حاصل کرتا ہے، اسی طرح بحر علم وحکمت کا غواص جب اس میں غوطہ زن ہوتا ہے تو یہ شخص بھی بے شمار علمی نکات اور معلومات کو اپنے دامن علم میں بھر لیتا ہے، ہمارے اکابر واسلاف مطالعہ میں اس درجہ مستغرق رہتے کہ بسا اوقات کھانے پینے کی بھی مہلت نہیں ملتی، بعض نابغہ روزگار شخصیتیں ایسی بھی گذری ہیں کہ جس کی روز وشب مطالعہ میں گذرتی تھیں، امام المحد ثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا علمی مقام ومرتبہ کسی تعارف کا محتاج نہیں، ان کے ذوق مطالعہ کے بارے میں ان کے صاحبزادے حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ نے لکھا کہ ''مرحوم کی زندگی کا سب سے ممتاز وصف آپ کا علمی انہاک ہے اس گوشہ میں آپ کے حیرت انگیز واقعات اس پرانی شخصیتوں سے ملتے جلتے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگی اسی راہ میں صرف کی، چند ہی گھنٹے آپ کے اس انہاک وشغف سے فارغ رہتے، ورنہ آپ کا ایک ایک لمحہ علمی عقدوں کے سلجھانے میں مصروف رہتا، مولانا ادریس صاحب نے انہیں سے نقل کیا ہے کہ ''میں ہر وقت فکر علم میں مستغرق رہتا ہوں، بجز ان اوقات کے جب نیند کا شدید غلبہ ہو'' اس مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ نہ جاننے والے لوگ اگر بعض اوقات آپ کی عجیب وغریب باتوں کو دیکھتے تو خدا جانے کیا سمجھتے، بارہا ایسا ہوتا کہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور درمیان ہی سے مسکراتے ہوئے واپس ہو جاتے، کمرہ میں پہنچ کر کتاب یا اپنی کشکول اٹھاتے اور لکھنے کے لئے بیٹھ جاتے، جاننے والے سمجھ جاتے کہ کوئی علمی انکشاف ہوا ہے جسے تحریر کرنے کے لئے واپس ہوئے ہیں، ڈابھیل کی سلیمان کوٹھری والا جو آپ کے خصوصی معتقد اور مجلس میں عقیدت سے شرکت کرنے والے تھے ان کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت شاہ صاحب کو تین مرتبہ بیت الخلاء کے ارادے سے نکلتے ہوئے اور پھر واپس کمرے میں آتے ہوئے دیکھا، مجھے اس پر حیرت ہوئی تو مولانا ادریس صاحب نے بتایا کہ ہر وقت فکر علم میں رہتے ہیں اس آمد ورفت میں طبیعت مسائل کی طرف متوجہ ہے کہ کچھ انکشافات ہوتے ہیں تو ان کو لکھنے کے لئے واپس ہو جاتے ہیں۔

والدہ کہتی تھیں کہ ''کبھی ایسا ہوتا کہ خود ہی بیٹھے بیٹھے مسکراتے، کتاب اٹھاتے اور لکھتے'' اس علمی انہاک کا یہ عالم تھا کہ کوئی مشغلہ ایسا جوان کے شغل میں حائل ہو پسند نہ فرماتے اس زمانے میں اکثر وبیشتر یونیورسٹیوں کے امتحانی پرچے آتے لیکن جوابی کاپیاں دیکھنے سے انہیں بڑا تکدر ہوتا فرماتے ''بڑا بے حظ مشغلہ ہے'' اپنے شاگرد اور تلامذہ کو بھی علم ہی میں مشغول دیکھنا پسند فرماتے، مولانا فخرالدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ ''جس سال میرا دورہ تھا حضرت کے کمرے سے متصل ہی میرا کمرہ تھا اس لئے نماز کے لئے جاتے ہوئے گاہے گاہے میرے کمرے پر رک جاتے ایک بار "فتح الباری" کا مطالعہ کر رہا تھا دریافت فرمایا کہ روزانہ کتنے صفحات کا مطالعہ دیکھتے ہو، میں نے عرض کیا تیس پچیس صفحات کا مطالعہ معمولاً جاری ہے، ارشاد ہوا کہ ''بہت کم مقدار ہے میں نے اپنے زمانہ طالب علمی میں بیس روز میں فتح الباری کی تیرہ جلدیں مکمل دیکھ ڈالیں تھیں'' (نقش دوام، ص:۱۱۲)

مضمون کی تیاری:

مضمون کا ابتدائی حصہ نہایت اہم ہوتا ہے اس لئے موضوع سے متعلق پہلے خاکہ اور پس منظر تحریر کیجئے، پھر جمع کئے ہوئے مواد کا تنقیدی جائزہ لیجئے اور ترتیب دینے سے پہلے اس بات کو ملحوظ رکھئے کہ مضمون میں تسلسل، روانی اور یکسانیت آخری وقت تک قائم رہے، ذیلی اور ضمنی سرخیاں بھی قائم کر سکتے ہیں۔ مضمون کی عبارتیں شگفتہ اور سلیس لکھنے کی کوشش کیجئے، تاکہ بیان عبارت میں پیچیدگی نہ پیدا ہو، جہاں الجھاؤ کا خوف ہو اس مفہوم کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں تقسیم کر کے ادا کریں، بہتر یہ ہے کہ قلم اٹھانے سے پہلے غور کر لیں کہ ہمیں کیا لکھنا ہے اس کے بعد اپنے ہر ہر خیال کو یکے بعد دیگرے عمدہ ترتیب سے الگ الگ لکھ کر ادا کریں، اس طرح آپ خیالات کی پریشانی اور عبارت کے الجھاؤ سے بچیں گے اور وقت بھی کم صرف ہوگا۔

جس کے مضمون میں ہے گنجلک وہ سخن ہے ناقص
صاف جس کی نہ روش ہو وہ چمن ہے ناقص

اس کا بھی خیال رکھئے کہ مطلب کی تکرار نہ ہو، ایک مطلب کی تکرار بدنما اور تضییع اوقات کا باعث ہوتی ہے، کئی کئی مرادف المعنیٰ الفاظ کا استعمال بھی بعض وقت لغو ثابت ہوتا ہے، جیسے شبنم اور اوس ہم معنی الفاظ ہیں اور برابر درجہ کے فصیح ہیں لیکن اس شعر میں ؎

کھا کر کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامن صحرا بھرا ہوا

اوس کے بجائے شبنم کا لفظ لایا جائے، تو یہ لفظ غیر فصیح ہو جائے گا، اس لئے مضمون نگاروں کو ایسے الفاظ کا ذخیرہ بنانا چاہئے، جن کے استعمال سے کلام میں فصاحت وبلاغت کا عنصر غالب رہے، علامہ شبلی نعمانیؒ نے کتاب العمدہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ۔

''لفظ جسم ہے اور مضمون روح ہے، دونوں کا ارتباط باہم ایسا ہے جیسے روح اور جسم کا ارتباط کہ وہ کمزور ہوگا تو یہ بھی کمزور ہوگی، پس اگر معنی میں نقص نہ ہو اور لفظ میں ہو تو شعر میں عیب سمجھا جائے گا، جس طرح لنگڑے یا لنجے میں روح ہوتی ہے لیکن بدن میں عیب ہوتا ہے اسی طرح اگر لفظ اچھے ہوں، لیکن مضمون اچھا نہ ہو تب بھی شعر خراب ہوگا اور مضمون کی خرابی الفاظ پر بھی اثر کرے گی، اگر مضمون بالکل لغو ہے اور الفاظ اچھے ہیں تب بھی شعر بیکار ہوگا، کیوں کہ روح بغیر جسم کے پائی نہیں جاسکتی (شعر العجم:۴/۵۶)

ان عبارتوں سے اگرچہ علامہ شبلی نعمانی نے اشعار کو حسن الفاظ سے مرصع کرنے پر استدلال کیا ہے، مگر نثری اسلوب میں بھی اس کا خیال رکھا جانا ضروری ہے، اسلوب بیان سے متعلق خواجہ الطاف حسین حالی نے صحیح کہا ہے کہ جو لوگ تصنیف کے درد سے آگاہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ کلام میں لذت اور قبولیت پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے ایک ایک لفظ میں مصنف کے خون جگر کی روشنی نہ ہو اور جس قدر اس میں زیادہ صفائی اور گھلاوٹ پائی جائے گی اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ اس کی درستی اور کاٹ چھانٹ میں دیر لگی ہوگی۔ (حیات سعدی:۷۹)

اس موقعہ پر اس ادبی نکتہ کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ مضامین میں مبالغہ آرائی نہ ہو بہت سے لوگ جب کسی اہم شخصیت پر مضامین لکھتے ہیں تو اپنے زور قلم سے زمین وآسمان قلابے ملا دیتے ہیں اور بعض وقت قاری ذہنی خلجان میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اس مضمون میں کسی ممدوح کی توصیف کی جارہی ہے، ولی کی یا نبی کی۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

مضمون نگاروں کو مختلف اسالیب کے مفکروں کی تحریریں اور نگارشات پڑھنی چاہئے، مگر کسی ایک اسلوب بیان اور طرز نگارش کو اختیار کرنا چاہئے، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اسلوب میں یکسانیت پیدا ہوگی اور وہ ذہنی انتشار سے محفوظ رہیں گے۔

مضمون کی خواندگی

مضمون مکمل ہونے پر اپنی لکھی ہوئی تحریروں کا نہایت ہی دیدہ ریزی سے جائزہ لیجئے، جملوں کی ترکیب، الفاظ کی ساخت، عبارتوں کی ترتیب اور تعبیرات واستعارات کے حسن وقبح پر تنقیدی نظر ڈالئے، علامہ شبلی نعمانیؒ نے لکھا ہے کہ بعض تشبیہات یا استعارات ایسے ہوتے ہیں جن کا اثر اصل مضمون پر پڑتا ہے جس سے مضمون کا زور بڑھ جاتا ہے جو بات صفحوں میں ادا ہو سکتی ہے ایک لفظ سے ادا ہو جاتی ہے صورت واقعہ کی تصویر اس طرح سامنے آجاتی ہے کہ کسی اور طرح سے نہیں آسکتی (شعر العجم، جلد:۶) تحریر کے نوک وپلک کو سنوارتے رہئے، اس کی تراش وخراش کرتے رہئے، کامیاب مضمون نگاری کی یہی پہچان ہے کہ وہ اپنی تحریر کی پہلے خود اصلاح کرتا ہے یحیٰ بن کثیر کا قول ہے کہ جو آدمی لکھتا ہے اور نظر ثانی نہیں کرتا، اس شخص کی طرح ہے جو بیت الخلاء جاتا ہے مگر استنجاء نہیں کرتا (العلم والعلماء:۶۸) پس اپنے مضمون کو بار بار پڑھئے، پھر اس موضوع کے ماہر فن اساتذہ ارباب فکر ونظر کو نظر ثانی اور ترمیم واصلاح کے لئے دیجئے، اس طرح آپ اچھے انشاء پرداز ومضمون نگار بن سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

اردو کی بقا اور ہماری ذمہ داریاں؟

پروفیسر اخترالواسع

اردو کے حوالے سے ان تمام پریشان کن اور تکلیف دہ باتوں کے بیچ کچھ اچھی خبریں بھی ملتی رہتی ہیں۔ مثال کے طور پر ابھی حال ہی میں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے باوجود کورونا وبا کے منفی اثرات اور دیگر پریشانیوں کے رہتے ہوئے بھی مہاراشٹرا کے مالیگاوں شہر میں ۹/دن کا اردو کتابی میلا لگایا اور قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی تاریخ میں یہ میلا اس اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کا حامل رہا- اس میں مالیگاؤں ہی نہیں آس پاس کے علاقوں سے بھی اردو کے شائقین بڑی تعداد میں آئے-

قومی کونسل کے جواں سال ڈائرکٹر ڈاکٹر شیخ عقیل احمد نے اس پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ تقریباً ۹ دن میں سَوا کروڑ روپئے کا کاروبار ہوا اور خاص طور پر خواتین نے جس طرح سے دلچسپی دکھائی، خریداری میں حصہ لیا وہ ایک انتہائی خوش آئند بات تھی۔ بچوں کے رسالے گل بوٹے کے مدیر جناب فاروق سید جو اس میلے میں شروع سے شریک رہے انہوں نے اس بات پر غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا کہ بچے بڑی تعداد میں نہ صرف میلے میں آرہے تھے بلکہ وہ اپنے ذوق وشوق کے مطابق کتابوں کی خریداری بھی کررہے تھے۔

مالیگاوں کے اس کتابی میلے میں یہ پہلو ضرور افسوس کے قابل تھا کہ یونیورسٹی، کالج اور اسکولوں کی لائبریریوں کے لئے فنڈ مختص نہ ہونے کی وجہ سے علمی وادبی کتابوں کی اس طرح خریداری نہ ہوسکی جیسی ہونی چاہیے تھی۔ بہرحال قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے ڈائرکٹر، ان کے رفقاء کار اور مالیگاؤں کے رہنے والوں کو دلی مبارکباد۔ جب تک اردو کے ایسے شائقین موجود ہیں، خاص طور سے عورتوں اور بچوں کی صورت میں اس وقت تک اردو کے مستقبل سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور مالیگاؤں والوں کے اردو سے عشق سے دبستان دہلی اور دبستان لکھنو والوں کو سبق لینا چاہیے۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ دبستان دہلی اور دبستان لکھنو والوں کو مالیگاؤں والوں سے اردو کے حوالے سے سبق لینا چاہیے تو کچھ لوگ ہم سے ناراض ہوجاتے ہیں اور وہ شاید نہیں جانتے کہ جب ہم کوئی ایسی بات کہتے ہیں تو انتہائی دکھے دل سے کہتے ہیں کیوں کہ ہم بھی دہلی اور لکھنو کے بیچوں بیچ رہنے والوں میں سے ہیں۔ ہمیں بھی ہمارے گھر والوں نے پہلے گھر پر ہی مولوی اسماعیل صاحب کی پانچوں اردو ریڈر پڑھوائیں، تختی لکھنا سکھوایا۔ اس کے بعد پھر باقاعدہ رسمی تعلیم کے لئے چوتھی جماعت میں اسکول میں داخل کرایا۔ لیکن اب ہمارا اپنے بچوں کی تعلیم کے حوالے سے اردو کے سلسلے میں کیا رویہ ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

دہلی میں تو تھوڑا بہت اردو تعلیم کا اسکولوں میں چلن بھی نظر آتا ہے لیکن یوپی میں تو صورتحال اور زیادہ سنگین ہے۔ اردو اخبارات کی اشاعت کم سے کم ہوتی جارہی ہے۔ سڑکوں کو تو چھوڑیے، گھروں کے دروازوں، دکانوں کے بورڈوں پر بھی اردو نظر نہیں آتی اور اس سے بھی زیادہ سوہان روح اردو والوں کا یہ رویہ ہے کہ قبرستانوں میں لوحِ مزار بھی اردو میں نہیں ہندی میں نظر آتے ہیں۔ میری نظر میں یہ لوحِ مزار قبر میں سو رہے ہمارے پیاروں کے نہیں بلکہ اردو زبان کے ہیں۔

پہلے ہمارے گھر والے اور ہمارے بزرگ ہمیں موقع بہ موقع کسی بہانے سے انعام یا تحفے کی شکل میں اردو کے بچوں کے رسالے یا ان کے لئے تیار کی گئی کہانیوں کی کتابیں دیتے تھے لیکن اب مہنگے سے مہنگا تحفہ دیا جاتا ہے مگر اس میں کتاب نہیں ہوتی ہے اور خاص طور سے اردو کی کتاب نہیں ہوتی ہے۔ جب اردو والوں سے پوچھو کہ اردو سے یہ دوری اور بے اعتنائی کیوں ہے؟ تو وہ فوراً کہتے ہیں کہ اردو کا رشتہ روزگار سے تو ہے نہیں۔ اب انہیں کون سمجھائے اور کیسے بتائے کہ چار چیزوں کا رشتہ معدہ سے نہیں دل سے ہونا چاہیے۔ ایک ماں، دوسرے مذہب، تیسرے ملک اور چوتھے مادری زبان۔ گھر میں فریج رکھنے کے لئے جگہ تنگ ہوگی تو کیا ہم جگہ کی گنجائش پیدا کرنے کے لئے اپنی ماں کو گھر سے نکال دیں گے؟

اردو کا یہ تکلیف دہ منظرنامہ شمالی ہند تک ہی محدود ہے۔ بہار والوں نے تو لڑ جھگڑ کر اردو زبان کے لئے گنجائشیں پیدا کرالیں۔ مہاراشٹرا میں اردو خاصی پھل پھول رہی ہے۔ تلنگانہ، کرناٹکا اور انتہا یہ کہ تامل ناڈو کے بعض اضلاع میں اردو اسی طرح پھل پھول رہی ہے جیسے کبھی دہلی کے اردو بازار اور لکھنوے امین آباد میں۔

یہ بھی کم دلچسپ بات نہیں کہ اردو کے صفِ اول میں جو اس کے بنیاد گزار ہیں، ان میں سے بڑی تعداد ان کی ہے جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے۔ اردو کا ہمارے زمانے میں سب سے بڑا نقاد اور ماہر لسانیات پروفیسر گوپی چند نارنگ، جن کی مادری زبان سرائی کی ہے۔ اردو کو کمپیوٹر سے جوڑنے والے ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ کی مادری زبان کشمیری ہے۔ اردو کی دنیا میں سب سے بڑی ویب سائٹ ریختہ سنجیو صراف کا کارنامہ ہے جن کی مادری زبان راجستھانی یا ہندی ہے۔

اردو میں مشاعروں کی تہذیب کو نیا رنگ اور آہنگ دینے والی جشن بہار ٹرسٹ کی بانی کامنا پرساد ہیں جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے۔ اسی طرح جشن ادب کی تنظیم کو قائم کرنے والے اور اس کا سالانہ اہتمام کرنے والے کنور رنجیت چوہان ہیں۔ ان کی بھی مادری زبان اردو نہیں ہے لیکن یہ کیسی بوالعجبی ہے کہ ان تمام حقائق کے باوجود ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ کچھ لوگوں نے اپنی سیاسی مصلحتوں اور خودغرضی کے تحت یہ نعرہ لگایا اور ہم نے اس پر یقین بھی کرلیا اور یہ بھول گئے کہ زبانوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا ہے، ہر مذہب کو زبانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک اور دلچسپ حقیقت جو ویسے کتنی ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو، یہ بھی ہے کہ اردو اخبارات ہوں یا نشریات، ان میں نئی روح اور نئی زندگی جن لوگوں نے پھونکی وہ بھی تقریباً سب غیر مسلم ہی ہیں۔ اردو اور ہندی کے بیچ جھگڑا پیدا کرنے اور دوریاں بنانے کی کیسی کیسی باتیں دیکھنے میں آئیں لیکن آج اردو اور ہندی صحافت کی شاہراہ پر ہاتھ میں ہاتھ ڈالے رواں دواں ہیں۔ جاگرن کے انقلاب کو خریدنے سے پہلے انقلاب صرف ممبئی تک ہی محدود تھا لیکن آج شمالی ہندوستان میں اس کے کس کثرت سے ایڈیشن شائع ہورہے ہیں یہ ہماری آنکھوں کے سامنے کی بات ہے۔

اسی طرح انقلاب سے پہلے ڈاکٹر عزیز برنی کی محنت اور کوششوں کے بَل پر شری سُبرتو رائے نے اردو وزنامہ راشٹریہ سہارا کو اس شان اور سج دھج سے مختلف شہروں سے نکالا کہ اردو والے بھی دنگ رہ گئے۔ ایسا ہی نہیں کہ صرف اخباری دنیا میں ہی ایسا ہوا ہو۔ حیدرآباد کے راموجی راؤنے 24 گھنٹے کا پہلا اردو ٹی وی چینل ای ٹی وی اردو شروع کیا۔ سبھاش چندرا نے زِی سلام اور ٹی وی۔ 18 والوں نے اردو میں اپنا باقاعدہ چینل شروع کیا جو پوری طرح چھا گیا۔ ڈی ڈی اردو ان سب سے الگ ہے۔ اِدھر سوشل میڈیا اور ڈیجیٹلائزیشن کے زمانے میں جس طرح غیر مسلم صحافی اردو کا استعمال کررہے ہیں اور خاص طور سے اردو کے بلاگرس لارہے ہیں اور انہیں مقبولیت بھی حاصل ہورہی ہے وہ الگ ہے۔ ان میں سے اگر مجھے کسی دو کا انتخاب کرنا ہو تو میں دی وائر، آواز دی وائس کا انتخاب کروں گا۔

اسی طرح اردو کا رسم خط انتہائی قیمتی ہے، وہ ایک تہذیب، ثقافت کا آئینہ دار تو ہے ہی، ساتھ ہی فنون لطیفہ میں فنِ خطاطی کا مظہر بھی ہے اور آج اس بات کی ہمیں شدید ضرورت ہے کہ ہم اردو کو اس کے فارسی رسم خط کے ساتھ زندہ رکھیں کیوں کہ رسم خط بدل جانے سے زبانیں بے جان ہوجاتی ہیں، اپنی شناخت کھودیتی ہیں اور ان میں جو علمی سرمایہ ہوتا ہے وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ضائع ہوجاتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس زبان سے متعلق رہے لوگ اپنی لسانی، تہذیبی، ثقافتی اور علمی شناخت کو ہمیشہ کیلئے کھو بیٹھتے ہیں۔

اس مضمون کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہم فیصلہ کرلیں کہ اردو کو مرنے نہیں دیں گے اور اس کا جو شاندار ماضی ہے اس کی بازیافت کرکے ہی رہیں گے، تو ہم انسانی تاریخ میں ایک ایسے سماجی گروہ کے طور پر یاد کئے جائیں گے جو احسان شناس ہونے کے ساتھ اپنی زبان، تہذیب اور ثقافت کا پاسدار بھی ہوتا ہے۔

(**بقیہ صفحہ اول**) ۱۲۔ اور آخری حکم اس سلسلے کا یہ ہے کہ زمین پر مغرور بن کر مت چلو: اس لئے کہ تم اپنے اس عمل سے نہ تو زمین کی چھاتی پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑ کی چوٹی سر کرسکتے ہو، گویا یہ ایک احمقانہ فعل ہے۔ اور اس کے نتیجے میں پستی ذلت وخواری تمہارا مقدر ہے، کیوں کہ قدرت کا اصول ہے کہ اکڑ کر نیچے آیا جاتا ہے اوپر نہیں، اوپر جانے کے لئے جھک کر جانا ہوتا ہے جو کبر کی ضد ہے۔ آپ کو جب پہاڑ پر چڑھنا ہو تو جھک کر ہی چلنا ہوگا، سائکل اونچی سڑک پر چلا رہے ہوں یا پیدل ہی نیچے سے اوپر کو جارہے ہوں تو جھک کر چلنا ہوگا، ورنہ آپ الٹ کر کھائی میں جاگریں گے، معلوم ہوا کہ اوپر جانے کے لئے جھکنا ہوتا ہے لیکن جب پہاڑ سے نیچے آنا ہو تو اکڑ کر آنا ہوتا ہے اس لئے کہ اگر جھک کر آئے گا تو ڈھلک کر کھائی میں جاپڑے گا۔ البتہ یہ جھکنا جاہ ومنصب اور کسی آدمی کے خوف سے نہ ہو بلکہ جھکنا صرف اللہ کے لئے ہو اسی کو اللہ کے رسول ﷺ نے **من تواضع لله رفعه الله** سے تعبیر کیا ہے۔

یہ ہے درحقیقت معراج کا پیغام اور تحفہ، جن پر عمل کرنے سے یہ دنیا جنت نشان ہوسکتی ہے آج ہم نے اس پیغام کو بھلا دیا ہے، اور شب معراج کے ذکر سے اپنی محفل کو آباد کر رکھا ہے حالانکہ شب معراج تو ہمیشہ ہمیش کے لئے وہی ایک رات تھی جس میں آقا ﷺ معراج میں تشریف لے گئے تھے، قیامت تک کوئی دوسری رات شب معراج نہیں ہوسکتی ہے، وہ تاریخ آسکتی ہے، لیکن وہ نورانی رات پھر کبھی نہیں آئے گی، ہم نے بھی اپنی جہالت وغفلت سے کیسی کیسی اصطلاحیں وضع کر رکھی ہیں اللہ تعالی ہم سب کو شب معراج میں دیئے گئے پیغام کی اہمیت ومعنویت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین **یا رب العلمین وصلی الله تعالی علی النبی الکریم وعلی اله وصحبه اجمعین**

(**بقیہ: حجاب سے بیر ہے یا مسلمانوں سے**) یہ سچ بات ہے کہ بھارت میں ایک سیکولر آئین ہے اور یہاں کے شہروں کو مذہب کی آزادی اور اقلیتی حقوق دیے گئے ہیں۔ مگر اچھا قانون بن جانا اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ سماج میں سب کو انصاف مل جائیگا۔ اگر قانون کو نافذ کرنے والے لوگوں کے دلوں میں کھوٹ ہو اور محکوم طبقات کو اقتدار سے باہر رکھا جائے تو سماج میں ظلم کا سلسلہ نہیں روک پائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کے سماج، معیشت اور سیاست میں اکثریت سماج کا ہی تسلط قائم ہے۔ جب بھگوا طاقتیں اقتدار میں قابض ہوجاتی ہیں تو یہ تسلط صاف طور سے ہر جگہ دکھنے لگتا ہے۔ ملک کا سب سے بڑا الیڈر کورونا وبا کے سارے احتیاط کو طاق پر رکھ کر ایودھیا میں مندر کے سنگ بنیاد کے موقع پر پوجا پر بیٹھ جاتا ہے، مگر ملک کے ٹی وی چینل اسے سیکولرازم کی پامالی نہیں بلکہ ملک کو مضبوط کرنے والا قدم بتاتے ہیں۔ سرکاری اداروں میں پروگرام کی شروعات پوجا پاٹھ اور دیپ جلا کر ہوتا ہے، ان سب کاموں کو جائز کہا جاتا ہے۔ اتنا ہی نہیں ان موقع پر سنگھ پَر چارک سرکاری مہمان ہوتے ہیں اور وہ اپنی تقریر میں بھارت کی تمام برائی کے لیے مغلوں اور مسلمانوں کو کوستے ہیں، مگر اس پر کوئی نوٹس نہیں لیتا۔ وہیں دوسری طرف باحجاب خواتین کو مجرم سمجھ کر درس گاہوں میں داخل ہونے سے روکا جاتا ہے۔ یہ پابندی سرکار کی بیٹی بچاؤ اور بیٹی پڑھاؤ کی سچائی کو بھی بیان کرتی ہے۔ اس بڑی سازش سے لڑنا ہی ہوگا۔ ظلم کے خلاف مزاحمت ہی تو زندہ ہونے کی علامت ہے۔

Scanned with CamScanner

بیوہ عورت۔ اسلامی شریعت میں

مولانا احمد حسین قاسمی مدنی

اسلام اس روئے زمین پر اللہ کا آخری دین اور ایک ابدی پیغام ہے، جو تمام انسانوں کے لئے رحمت ہے، اس دین میں جامعیت اور آفاقیت ہے، اس دین کی سب سے بڑی نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں دنیا کے تمام کمزور اور مظلوم طبقات کی پرزور وکالت ہے، یہ کمزوروں کو طاقت اور بے سہاروں کو سہارا عطا کرتا ہے، اور مظلوموں کی فریادرسی اور انہیں ان کا حق دلاتا ہے، خواہ انسانی زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو ہر جگہ دین اسلام انسانی حقوق کا محافظ نظر آتا ہے، تاریخ عالم کا ادنیٰ مطالعہ کرنے والا شخص بھی اسلام سے قبل انسانی حقوق کی پامالی اور اسلام کے زیر سایہ انسانوں کے حقوق کی بحالی سے بخوبی واقف ہے، جن طبقات کو اقوام عالم نے بالکل نظر انداز کر رکھا تھا اور انہیں ان کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا تھا، مذہب اسلام نے انہیں ان کا حق دلایا، انہی مظلوموں کی فہرست میں ایک بیوہ کا نام آتا ہے جسے دین اسلام نے عزت وتوقیر اور ایک کنواری عورت کی طرح یکساں حقوق سے نوازنے کی تاکید کی ہے۔

آیئے اسلام میں بیوہ کو دیئے گئے حقوق کے تذکرہ سے پہلے دیگر مذاہب میں اس کی کیا حیثیت ہے اس کا اجمالی جائزہ لیا جائے:

بیوہ عورت دیگر مذاہب میں:

ایک تو سرے سے عورت کی جو حیثیت ہونی چاہئے وہ یہودی مذہب میں نہیں تھی، اولاد نرینہ کی موجودگی میں عورت کے لئے حق وراثت کا کوئی تصور نہ تھا، عورت مرد کی کنیز اور لونڈی سمجھی جاتی تھی، اس مذہب میں بیوی کو بعولہ ''یعنی منقولہ جائداد'' اور شوہر کو بعل ''یعنی اس کا مالک'' تصور کیا جاتا، میراث میں اس کا کوئی حصہ نہ تھا، عورت کے حقوق اور فرائض سے متعلق یہودیت میں کوئی قانون بھی نہیں تھا، وہ دوسری شادی کے حق سے محروم رکھی گئی تھی۔

جہاں تک بیوہ عورت کے حقوق کی بات ہے تو یہودی مذہب میں بیوہ عورت ایک بھائی کے مرنے کے بعد از خود دوسرے بھائی کی ملکیت ہو جاتی، وہ جس طرح چاہتا اس کے ساتھ سلوک کرتا، اس بیوہ کی شکم سے پیدا ہونے والا بچہ مرے ہوئے بھائی کے نام شمار ہوتا، تاکہ اسرائیل سے اس کا نام نہ مٹ جائے۔

عیسائی مذہب میں بیوہ عورت کے ساتھ سلوک:

مذہب عیسائیت میں عورتوں کے حقوق بالکل واضح نہ تھے، عیسائی معاشرہ میں ایک عورت مکمل مرد کے اختیار وقدرت میں تھی، خواہ ناچاقی کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو جاتی، وہ اس سے نہیں نکل سکتی تھی، بعض صورتوں میں اگر علیحدگی کا حق حاصل بھی ہو جاتا تھا تو دوسرا نکاح کرنے کے حق سے وہ سماج میں یکسر محروم تھی، اور شوہر کی وفات کے بعد دوسرے نکاح کو مسیحی علماء شہوت کی بندگی کا نام دیتے اور بیوہ کی نکاح کو مہذب زناکاری سے تعبیر کرتے۔

ہندو مذہب میں بیوہ عورت:

ابوریحان البیرونی اپنی 'کتاب الہند' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو اسے دوسری شادی کرنے کا بالکل حق نہ تھا اور اسے دو حال میں سے کسی ایک حال کو اختیار کرنا پڑتا یا زندگی بھر تمام خوشیوں اور آرائشوں سے محروم ہو کر بیوہ کی زندگی گذارتی یا شوہر کی چتا پر جل کر راکھ ہو جاتی۔ دونوں صورتوں میں دوسری شکل اس کے لئے زیادہ بہتر سمجھی جاتی تھی، جسے ''ستی'' کے رواج سے دنیا جانتی ہے۔ جس ظالمانہ رواج کو ماضی قریب میں مذہب اسلام سے متاثر ہو کر راجہ رام موہن رائے نے ختم کیا۔

اسلام سے قبل اہل عرب میں بیوہ عورت:

اہل عرب میں یہ رواج تھا کہ بیوہ عورت شوہروں کے وارثوں کی ملکیت بن جاتی تھی او وہ جو چاہتے ان کے ساتھ کرنے کے حقدار ہوتے، جس طرح دیگر سامان میت کے ورثاء کے ہو جاتے، بیوہ بھی اس کی وراثت میں از خود شامل ہو جاتی، شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ کو وہ حق نہیں تھا کہ وہ اپنی پسند سے دوسرا نکاح کر لے، اس کے علاوہ دیگر تہذیبوں مصر و یونان اور ملک روم جیسی تہذیب وتمدن میں بھی وہ کبھی اچھی نظر سے نہیں دیکھی گئی۔

مذہب اسلام سے پہلے دنیا کی تمام تہذیبوں کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے کہ بیوہ عورتوں کی تاریخ بڑی المناک اور دردناک ہے، وہ ہمیشہ معاشرہ میں ستم زدہ او رمظلوم رہیں، شوہر کی وفات کے بعد موت تک بے یار و مددگا اور دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور تھیں۔

دین اسلام میں بیوہ کے حقوق:

اب آیئے ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیواؤں کے حقوق کو جانیں:

اسلام کی آمد اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دراصل تمام جہانوں کے لئے سسکتی اور تڑپتی ہوئی انسانیت کے لئے رحمت ثابت ہوئی، سماج میں دبے کچلے مظلوموں کے لئے اسلام کا وجود سراپا رحمت بن کر آیا، مذہب اسلام کی بدولت تمام طبقات عالم کو نہ صرف عزت وتوقیر ملی بلکہ اس کے سلب کئے ہوئے حقوق انہیں واپس ملے جن ظالم حکمرانوں اور جن طاقتور تہذیبوں نے انسانوں کو ان کے پیدائشی اور فطری حقوق سے محروم کر دیا تھا، اسلام نے پوری قوت کے ساتھ ان کے حقوق بحال کئے۔

اسلام میں بیوہ اور کنواری عورت کے یکساں حقوق اور بیوہ سے نکاح کی فضیلت:

اسلام میں بیوہ اور کنواری عورت کے حقوق برابر ہیں، جس طرح کنواری عورت آزادی وخودمختاری اور شادی کا حق رکھتی ہے اسی طرح ایک بیوہ کو بھی اسلام نے یہ سارے حقوق دیئے ہیں۔ اسلام نے بیوہ کو وہی حقوق دیئے ہیں جو ایک کنواری عورت کو حاصل ہیں، چنانچہ قرآن میں ارشاد باری ہے: اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم عورتوں کو زبردستی اپنی میراث بنالو۔ (القرآن)

آگے چل کر ارشاد باری ہے: اور ان کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آؤ اور اچھی طرح زندگی گذارو۔ (القرآن)

بخاری اور مسلم شریف کی روایت ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

کہ بیوہ اور مسکین کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے، دن بھر روزہ رکھنے والے اور شب بھر نماز پڑھنے والے کی طرح ہے۔ مشہور ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بازار جاتے تو بیواؤں کی ضرورت کے سامان بھی لادیا کرتے۔

اسلام سے قبل بیوہ سے نکاح کرنے کو برا اور معیوب سمجھا جاتا، مگر اسلام نے اس سے نکاح کرنے پر دوگنا اجر دیا اور نکاح کے ذریعہ اس کی دلداری کو باعث برکت بنادیا، چنانچہ بیوہ سے نکاح کی ابتداء خود محسن انسانیت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات سے فرمائی اور آپ نے اپنا نکاح ایک چالیس سالہ بیوہ عورت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے کیا جن کی پہلے دو شادیاں ہو چکی تھیں، اور ان کے شوہروں سے کئی بچے بھی تھے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں پندرہ سال بڑی تھیں، آپ علیہ السلام نے اپنی جوانی کے مہ وسال ایک بیوہ عورت کے ساتھ گذار دئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حیات میں کوئی دوسری شادی بھی نہیں فرمائی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچاس برس ہوئی تب ان کی وفات ہوئی، اور ان کے انتقال کے بعد جس خاتون کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف زوجیت بخشی وہ بھی پچاس سالہ بیوہ تھیں، اور اس کے بعد آٹھ دیگر بیواؤں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرما کر رہتی دنیا تک کے لئے بیواؤں کو خلعت احترام وتوقیر سے نواز دیا اور انسانی معاشرہ کو بیوہ کے ساتھ اعلیٰ حسن اخلاق کا درس دیا، آپ کی فقط ایک کنواری بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں، بقیہ تمام ازواج مطہرات بیوہ یا مطلقہ تھیں، آج وہی خواتین امت کی معزز مائیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان مظلوم سے نکاح کی وجہ معاشرہ میں بیوہ کو ذلت وپستی سے نکال کر اعلیٰ مقام دینا تھا تاکہ معاشرہ میں پھر سے وہ دوبارہ عزت واحترام کی زندگی گذار سکے۔

لہذا سورۂ نور میں ارشاد خداوندی ہے: تم اپنے میں سے بغیر شوہر والی عورتوں سے نکاح کرو۔ (القرآن)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام نے بھی اپنی زندگیوں میں بیواؤں سے نکاح کو رواج دیا، اسلامی تاریخ کی یہ سب سے خوبصورت بات ہے کہ قرون اولیٰ میں معاشرہ کے اندر اکثر اوقات کوئی بھی بیوہ شوہر کی وفات کے بعد بلا نکاح نہیں رہتی۔ اسلام میں چار نکاح کی ایک اصل وجہ یہ بھی ہے کہ سماج میں کوئی بیوہ بے یار و مددگار اور بلا شوہر کے کس مپرسی اور محتاجی کی زندگی نہ گذارے۔

اپنے یتیم بچوں کی خاطر شادی نہ کرنے والی جنت میں نبی سے قریب ہوں گی:

بیوہ عورت کو بھی چاہئے کہ پاکدامنی کے لئے وہ اپنا دوسرا نکاح کر لے۔ لیکن اسلام نے دوسرا نکاح نہ کرنے والی بیوہ کو بھی ثواب سے محروم نہیں کیا ہے، لہذا حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور غمگین چہرے والی عورت (جس کا شوہر مر گیا ہو) اور اس نے اپنے بچے کو دیکھ کر صبر کر لیا تو وہ جنت میں ہاتھ کی دو انگلیوں کی طرح ہم سے قریب ہوں گی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں کا اشارہ فرماتے ہوئے کہا)

اسلام میں بیوہ کے چند بنیادی حقوق:

☆ بیوہ سے نکاح کرنے کو رواج دیا جائے ☆ اس کی کفالت کا صحیح بندوبست کیا جائے ☆ اس کے گھر کی ضرورت کی تکمیل کی جائے ☆ ان کے یتیم بچوں کی پرورش وپرداخت اور ان کی تعلیم وتربیت کا نظم کیا جائے ☆ بیت المال سے اس کے لئے وظیفے مقرر کئے جائیں ☆ جہاں بیت المال نہ ہو وہاں اس کے اقرباء اور رشتہ داران کی کفالت قبول کریں ☆ اپنے کاموں کی طرح بیوہ کے کاموں کے لئے بھی دوڑ بھاگ کیا جائے۔

آیئے: آج سے ہم عہد کریں کہ ہم اپنے سماج اور معاشرے میں کمزوروں کی مدد کریں گے۔ بیواؤں کے حقوق کا خاص خیال رکھیں گے، شادی کے لائق بیوہ کی شادی کرائیں گے، ان کی فریادرسی کریں گے اور ان کے یتیم بچوں کی کفالت اور تعلیم وتربیت میں بھرپور حصہ لیں گے اور انہیں ہرگز بے یار و مددگا نہیں چھوڑیں گے اور اسلام نے جو بنیادی حقوق اور احترام انہیں دیئے ہیں ہم انہیں ان سے ہرگز محروم نہیں رکھیں گے۔ اللہ ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین،

Scanned with CamScanner

حجاب سے بیر ہے یا مسلمانوں سے؟

ابھے کمار

اُتر پردیش اور پنجاب سمیت ملک کی مختلف ریاستوں میں ہورہے اسمبلی انتخابات سے عین قبل، بھگوا طاقتوں نے ایک بار پھر مسلم مخالف کارڈ کھیلنا شروع کردیا ہے۔اس بار ہنگامہ حجاب کے مسئلہ کو اُچھال کر کیا جارہا ہے۔ کوشش بھی اس بار یہی ہے کہ حجاب کے ذریعہ لوگوں کو مذہبی بنیاد پر گول بند کیا جائے۔مگر طویل مدتی منصوبہ یہ ہے کہ حجاب کے ایشوز کی آڑ میں مسلم طالبات کو ناخواندگی کے کنوئیں میں دھکیل دیا جائے اور مظلوم اقلیت پر ہی شدت پسند اور خواتین مخالف ہونے کے بیانیہ کو مزید طاقت دی جائے۔مگر سب سے افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ لبرل اور حقوق نسواں کے پاسبان اس پورے کھیل کو یا تو سمجھ نہیں رہے ہیں یا دانستہ طور پر سمجھنا نہیں چاہتے ہیں اور کئی بار مظلوم کو ہی قصوروار ٹھہرا کر بھگوا طاقتوں کا کام آسان بنارہے ہیں۔حجاب کے مسئلے پر تازہ معاملہ ہندوستان کی جنوبی ریاست کرناٹک میں سامنے آیا ہے، جہاں بھگوا طاقتیں برسر اقتدار ہیں۔ کچھ دنوں پہلے کرناٹک انتظامیہ نے حجاب پوش مسلم طالبات کو کلاس روم میں داخل ہونے سے روک دیا، جس کے خلاف زبردست احتجاج ہوا۔اچھی بات یہ ہے کہ ملک کی کئی سیکولر اور سماجی انصاف کی پارٹیوں نے مظاہرین کو حمایت کی۔مگر بھگوا سرکار اپنے فیصلہ کو واپس لینے کے بجائے اس معاملے پر انتہائی افسوسناک بیان دیا ہے کہ ایسے کپڑے مساوات، ملک کی سلمیت اور نظم وضبط کو تباہ کرتے ہیں اسے کلاس روم میں پہننے کی اجازت نہیں دی جائیگی اور ایسی پابندی شہریوں کے مذہبی آزادی کے خلاف بھی نہیں ہے۔اتنا ہی نہیں اپنی بات کو درست ثابت کرنے کے لیے بھگوا حکومت نے کرناٹک ایجوکیشن ایکٹ 1983 کا بھی سہارا لیا ہے اور کہا ہے کہ کالج کے ذریعہ طے شدہ لباس کو پہننا طلبہ اور طالبات پر لازم ہے۔ایسی باتیں کہہ کر بھگوا حکومت عدالت اور پبلک کے سامنے خود کو قانون کے راستہ پر چلنے والی سرکار بتلانا چاہتی ہے۔مگر اس کی اصل منشا مسلمانوں کے زخم میں مزید نمک چھڑکنا، ان کو پسماندہ اور مذہبی شدت پسند قرار دینا ہے اور خود کو آئین کا محافظ اور مساوات اور خواتین کے حقوق کا چیمپین بتانا ہے۔مگر سچی بات تو یہ ہے کہ حجاب پر پابندی لگانے کا یہ فیصلہ نہ صرف مسلم خواتین بلکہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لیے خطرناک ہے۔ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو کچھ بھی بھگوا حکومت کررہی ہے، ویسی نفرت انگیز اور مسلم مخالف پالیسی یوروپ اور دنیا کے دیگر حصوں کی دائیں بازو حکومتوں نے پہلے ہی اپنالیا ہے اور اس طرح سے انہوں نے سماج کے اندر میں کشیدگی پیدا کی ہے۔سرکار کو یہ کہتے ہوئے ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی زبان کانپتی ہے کہ کیسے کوئی پوشاک نظم وضبط کے لیے خطرہ ہوسکتی ہے؟ کیا سرکار نے کوئی تحقیق کی ہے جس کی بنیاد پر وہ، کہہ سکتی ہے کہ حجاب پہنے والا جرائم پیشہ ہوتا ہے اور بھگوا چولا پہننے والا نہ تو کسی مذہبی مقامات کو مسمار کرسکتا ہے، نہ ہی وہ کسی فسادات میں حصہ ہی لے سکتا ہے اور نہ وہ بم دھماکہ میں شامل ہوسکتا ہے! حجاب پر پابندی سے بھگوا طاقتوں کو وقتی فائدہ یہ مل سکتا ہے کہ اس طرح کے تنازعات رائے عامہ کے سمت کو بنیادی سوال سے ہٹا کر مذہبی اور جذباتی مسائل کی طرف کر دیتے ہیں۔ بھگوا طاقتیں بھی یہی چاہتی ہیں کہ دن رات دھرم اور مذہب پر بات ہو اور لوگ خود کو اپنے مذہبی تشخص سے باہر نہ دیکھیں۔ملک کی اقتصادی پالیسی کس سمت میں جارہی ہے، لوگوں کو روزگار اور صحت عامہ کی سہولت کس حد تک مل پارہی ہے، نوجوان کیسی تعلیم لے پارہے ہیں، ان سارے سوالوں سے بھگوا سیاسی جماعت ہمیشہ سے بھاگتی رہی ہے۔کورونا وبا کے دوران بھی جب ساری دنیا بیماری سے لڑرہی تھی اور غریب اور مزدوروں کو مدد پہنچائی جارہی تھی، تب بھی برسر اقتدار بھگوا جماعتوں نے کورونا کا مذہب ڈھونڈ نکالا اور اس کے پھیلاؤ کے لیے تبلیغی جماعت اور مسلمان کو بلی کا بکرا بنایا۔سرکار کی ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لیے، مسلمانوں کو گالی دی گئی اور ان کی معاشی بائیکاٹ تک کیا گیا۔ بہت سارے مسلمانوں کو جیل تک بھیجا گیا۔کچھ ایسا ہی گیم پلان اس بار حجاب کے تنازعہ میں بھی دکھ رہا ہے۔حجاب پر بین لگانے کے پیچھے ایک بڑی سازش یہ ہے کہ پہلے سے ہی تعلیمی طور پر پسماندہ مسلم خواتین کو مزید تعلیمی کے میدان میں پیچھے دھکیلا جائے۔اصول اور عمل میں بھگوا طاقتیں یہ کبھی بھی نہیں چاہتی ہیں کہ پسماندہ اور اقلیت طبقات کے افراد تعلیم یافتہ ہوں۔ان کو ڈر ہیکہ اگر محکوم اور مظلوم پڑھ لکھ جائیں گے تو وہ ظلم اور زیادتی کے خلاف آواز بلند کریں گے اور اس طرح غیر برابری اور استحصال پر مبنی ذات برادری کا یہ نظام ٹوٹ جائے گا اور اس کے مالک بنے ہوئے چند مٹھی بھر لوگوں کے ظلم وزیادتی بند ہوجائیں گی۔اعلیٰ طبقات کے اسی نظام نے صدیوں سے دلت، آدی واسی، پسماندہ اور خواتین کو تعلیم سے دور رکھا۔مہاتما جیوتی باپھلے اور بابا صاحبؑ امبیڈکر ان باتوں کو سمجھتے تھے اور انہوں نے تعلیم کی اہمیت پر زور دیا۔ان کی قربانیوں کی بدولت آزاد ملک کے درس گاہ کو سب ذات اور دھرم کے لیے کھول دیا گیا۔ اس وقت بھی اور آج بھی بھگوا طاقتیں یہ نہیں چاہتی ہیں کہ محکوم طبقات تعلیم حاصل کریں۔حجاب پر بین لگا کر بھگوا حکومت مسلم طالبات کو اَن پڑھ رکھنا چاہتی ہیں، کیونکہ ان بہادر خواتین نے شہریت ترمیمی قانون کے دوران یہ دکھلا دیا تھا کہ عورتیں تحریک کی قیادت کرنا بھی جانتی ہیں۔ یاد رکھیے پرائیویٹ یونیورسٹی اور کالج نے پہلے ہی اپنے کیمپس کے باہر موٹی فیس کی اونچی دیواریں کھڑی کرکے محکوم طبقات کو تعلیم سے محروم کردیا ہے اور جو مسلم خواتین سرکاری تعلیمی اداروں میں کسی طرح پڑھ لیتی تھیں، اب ان کو باہر کرنے کی ماسٹر پلان تیار کرلیا گیا ہے۔ جہاں ایک طرف بھگوا طاقتیں حجاب پر بین لگا کر اپنی مسلم مخالف سیاست کو آگے بڑھا رہی ہیں، وہیں کچھ لبرل اسکالر اور اکٹویسٹ بھی حجاب کے خلاف بیان دے کر بھگوا سیاسی جماعت کے بیانیہ کو تقویت فراہم کررہے ہیں۔ان لبرل جماعت کے ساتھ دقت یہ ہے کہ وہ ریاست اور سماج کو زمین پر دیکھنے کے بجائے کتابوں میں پڑھتے ہیں۔(بقیہ صفحہ۱۲ر پر)

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۵/۷۵۹/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ راورکیلا)

نکہت تمنا بنت محمد شمیم مقام بنی گڑھ تھئی روڈ ڈاکخانہ بُنی گڑھ ضلع سندرگڑھ۔فریق اول

بنام

شیخ توسین ولد شیخ یاسین مقام آملہ پاڑہ لائن نمبر۵، ڈاکخانہ سارباڑھ ضلع انگول، اڈیشہ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ راورکیلا میں عرصہ دوسال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۶رشعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۰ر مارچ ۲۰۲۲ء روز اتوار بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۲۰/۳۲۰/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ شکرپور، دربھنگہ)

نصرت خاتون بنت محمد جہانگیر مقام کھنگوراڈیہ، ڈاکخانہ کھنگورا ضلع مظفرپور۔فریق اول

بنام

عبدالبارک ولد محمد مستقیم مقام وڈاکخانہ بھروارہ ضلع دربھنگہ ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ شکرپور، دربھنگہ میں عرصہ دوسال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۷رشعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۱ر مارچ ۲۰۲۲ء روز سوموار بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۳۷/۵۰۰۹/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ انجمن اسلامیہ کشن گنج)

سہانہ پروین بنت محمد طاہر حسین مقام تیگھرا، ڈاکخانہ لیہاباڑی تھانہ بہادرگنج ضلع کشن گنج۔فریق اول

بنام

عظیم الدین ولد صغیرالدین مقام کیری بیر پوڈاکخانہ بشنپور تھانہ کوچادھامن ضلع کشن گنج۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ انجمن اسلامیہ کشن گنج میں غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۶رشعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق ۳۰ر مارچ ۲۰۲۲ء روز بدھ بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۴۲/۱۰۹۹/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مادھوپاڑہ پورنیہ)

روزی خاتون بنت محمد اختر مقام ناگیرباغ ڈاکخانہ خشکی باغ تھانہ صدر ضلع پورنیہ۔فریق اول

بنام

محمد راجو ولد کارے مقام لہسونا ڈاکخانہ قصبہ ضلع پورنیہ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مادھوپاڑہ ضلع پورنیہ میں غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۵رشعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۹ر مارچ ۲۰۲۲ء روز منگل بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

طب وصحت

قبض بیماریوں کی جڑ ہے

ڈاکٹر محمد ارمان

ماہرین نے قبض کو''ام الامراض'' کا نام دیا ہے یعنی''بیماریوں کی جڑ'' اور یہ حقیقت ہے کہ تنہا یہی ایک مرض بہت سے امراض کو دعوت دینے کا باعث بن جاتا ہے جن میں جگر کی خرابی، خون کے سرخ ذرات کی ٹوٹ پھوٹ طبیعت کی سستی، حافظہ کی کمزوری، سر درد اور دماغی امراض شامل ہیں۔قبض ہوجانے کی متعدد وجوہ ہوتی ہیں اور علاج کے لئے قبض کا اصل سبب معلوم ہونا ضروری ہے کیونکہ سبب جانے بغیر علاج کردینے سے الٹا نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔مثال کے طور پر اگر کسی مریض کے قبض کا سبب آنتوں کی چکنی رطوبتوں کی کمی ہے تو اسے ایسی دواؤں سے فائدہ ہوگا جو آنتوں میں چکناہٹ پیدا کرنے والی ہو، مثلا روغن با دام روغن زیتون ،اسپغول وغیرہ؛لیکن اگر ایسے مریض کو آنتوں کی حرکت بڑھانے والی دوا دے دی گئی تو فائدہ کی جگہ الٹا نقصان ہوگا حالانکہ جو دوا مریض کو دی گئی ہوگی وہ بھی قبض ہی کو دور کرنے کے لئے تیار کی گئی ہوگی ایسی دوا دینے سے ممکن ہے کہ خشک آنتوں میں حرکت تیز ہوجائے اور جب فضلہ ان میں قوت کے ساتھ آگے بڑھے تو آنتوں میں سوزش یا ورم ہوجائے، جو سوزش اور خراش کی شکل اختیار کرلے گا۔

جب بھی غذا کھائی جاتی ہے تو اس میں سے کچھ اجزاء جسم میں ہضم ہوکر جزو بدن بن جاتے ہیں ان اجزاء سے قوت و توانائی پیدا ہوتی ہے اور جس کے خلیات میں ٹوٹ پھوٹ کی مرمت ہوتی ہے۔غذا کے کچھ اجزاء جسم کے لئے کار آمد نہیں ہوتے، چنانچہ وہ فضلہ کی شکل میں جسم سے خارج ہوجاتے ہیں۔غذا کے لقمے منہ میں پہنچتے ہیں تو نظام ہضم اپنا کام شروع کردیتا ہے۔جوں جوں لعاب دہن غذا میں ملتا ہے غذا میں موجود نشاستہ شکر انگوری (گلوکوز) میں تبدیل ہوتا چلا جا تا ہے۔اس کے بعد غذا معدے کا رخ کرتی ہے، جہاں معدے کی تیزابی رطوبتیں غذا کو مزید سادہ بنانے اور ہضم کرنے کے لئے اس کے ساتھ مناسب سلوک کرتی ہیں۔اب غذا آنتوں کے پہلے حصے میں پہنچتی ہے جسے''اثناعشری''یا''ڈیوڈ نیم'' کہتے ہیں۔یہاں جگر کی رطوبیت (صفراء یا بائل یالبلبہ) کی رطوبت آکر اس میں شامل ہوتی ہیں۔اب غذا مکمل طور پر ہضم شدہ حالت میں آجاتی ہے۔

چھوٹی آنت کی دیواروں میں خون کی باریک رگیں موجود ہوتی ہیں جنہیں''عروق ماساریقا'' کہا جاتا ہے یہ رگیں غذا کے سیال حصے کو جذب کر کے جگر تک پہنچاتی رہتی ہیں۔جوں جوں سیال حصہ غذا سے الگ ہوکر آنتوں میں جذب ہوتا چلا جاتا ہے۔ویسی ہی باقی بچا ہوا پھوک نیم سیال شکل میں آتا چلا جاتا ہے۔ساتھ ہی آنتوں میں ایک قسم کی حرکت ہوتی ہے۔آنتوں کی اس حرکت کو''حرکت دودیہ'' کہا جاتا ہے۔(''دود''عربی میں کیڑے کو کہا جاتا ہے)اس حرکت کی وجہ سے غذا آگے بڑھتی ہے لیکن جوں جوں غذا آگے بڑھتی جاتی ہے یہ عمل سست ہوتا چلا جاتا ہے اور غذا کے تمام کار آمد اجزاء آنتوں میں جذب ہوجاتے ہیں اور محض فضلہ رہ جاتا ہے، جو بڑی آنت کے آخری حصہ میں جسے''اعور''(ریکٹم) کہتے ہیں اکھٹا ہونے لگتا ہے۔جب فضلہ کی مقدار خاصی ہوجاتی ہے تو اس کے بوجھ سے وہاں کے اعصاب میں تحریک پیدا ہوکر دماغ کو متحرک کرتا ہے اور دماغ مشورہ دیتا ہے کہ ہمیں بیت الخلاء کا رخ کرنا چاہئے۔اب اس بات پر غور کیجئے کہ غذا کے صحیح طور پر ہضم ہوکر جزو بدن بننے اور غذا کے بیکار اجزاء کے فضلہ کی صورت اختیار کرکے جسم سے خارج ہوجانے کے مجموعی عمل میں کس قدر توازن کی ضرورت ہے۔ اگر اس پورے عمل کو جاری رکھنے والے محرکات میں سے کوئی ایک بھی کمزور پڑ جائے تو انسان کے بیمار ہوجانے کا اندیشہ رہتا ہے، یہ محرکات کون سے ہیں؟ایک یہ کہ آنتوں میں فضلہ کی مناسب مقدار بنے تاکہ وہ اپنی موجودگی کا احساس دلا سکے۔دوسرے آنتوں کے اعصاب قوی ہوں تاکہ وہ دماغ تک پیغام پہنچا سکیں ورنہ ہمیں پتہ نہیں چلے گا کہ آنتوں میں فضلہ اکٹھا ہوچکا ہے تیسرے فضلے کے ساتھ جگر کی رطوبت (صفراء)اچھی طرح شامل ہوئی ہو چونکہ اس رطوبت کی تیزی احساس پیدا کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔چوتھے آنتوں کی حرکت دودیہ صحیح طریقے پر کام کررہی ہوتا کہ غذا آگے بڑھ کر اعور(ریکٹم) تک پہنچ سکے۔پانچویں، آنتوں کی اندرونی سطح پر استر کرنے والی چکنی رطوبت مطلوبہ مقدار میں موجود ہوتا کہ غذا سہولت کے ساتھ آگے پھسل سکے۔

اب یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ قبض پیدا ہونے کی کیا کیا وجوہ ہوسکتی ہیں۔ہم نے اوپر کی سطور میں چند محرکات کا ذکر کیا ہے۔ان میں پہلا محرک فضلہ مناسب مقدار میں پیدا ہونا ہے۔ایسا اس وقت ممکن ہے جب غذا میں ایسی اشیاء شامل ہوں جن کے کار آمد اجزاء جسم میں جذب ہوجائیں اور بیکار اجزاء
جسم سے خارج ہوسکیں۔مثلا ریشہ والی سبزیاں، اناج کے چھلکے، پھلوں کے چھلکے اور موٹے اناج وغیرہ۔دوسرا محرک اعصاب کا قوی ہونا ہے۔اگر کسی کو اعصابی مرض لاحق ہو بہت زیادہ دست آنے لگیں، بواسیر ہوجائے یا خون کی کمی ہوجائے تو اس کے اعصاب بھی کمزور ہوجاتے ہیں،بعض اوقات اعصاب کی حس کم ہوجاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ رفع حاجت کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں خواہ اس کا سبب مصروفیت ہو، کسی کام کا انہاک ہو یا محض لاپروئی ہو۔ بعض اوقات انسان کسی مجبوری کی وجہ سے بھی رفع حاجت کے احساس پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے مثلا وہ ایسی جگہ موجود ہوں جہاں وہ اپنی اس ضرورت کا اظہار نہ کرسکتا ہو یا رفع حاجت کا مقام صاف ستھرا نہ ہو یا کسی زخم یا ورم کی وجہ سے رفع حاجت میں دشواری ہوتی ہو۔

بعض بچوں کو رفع حاجت کی اہمیت نہیں سمجھائی جاتی وہ اپنے دلچسپ کھیل کود میں مگن رہتے ہیں اور رفع حاجت کے احساس کو ٹالتے رہتے ہیں۔وجہ کوئی بھی ہو اگر رفع حاجت کے احساس کو نظر انداز کیا جائے گا یا جبر کے ذریعہ اس پر قابو پانے کی کوشش کی جائے گی تو اعصاب اس سلسلے میں جو فوری اور ہنگامی پیغامات دماغ تک پہنچا رہے ہوتے ہیں، دماغ بھی انہیں نظر انداز کرنا شروع کردیتا ہے، رفتہ رفتہ یہ فوری نوعیت کے پیغامات دماغ کے لئے بالکل غیر اہم ہوجاتے ہیں، چنانچہ جسم میں فضلہ بننے کا عمل تو جاری رہتا ہے لیکن اعصاب کی شنوائی نہیں ہونے کی وجہ سے دماغ ہمارے اعضاء کے لئے احکامات صادر کرنا چھوڑ دیتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ 24 گھنٹے میں فراغت کے لئے کوئی ایک وقت مقرر کر لینا چاہئے اور اس وقت بیت الخلاء ضرور جانا چاہئے۔خواہ ضرورت محسوس ہو رہی ہو یا نہیں۔بچوں میں یہ عادت شروع ہی سے ڈال دینی چاہئے۔اس طرح اعصاب دماغ اور دیگر اعضاء مقررہ وقت پر خود بخود چوکس رہتے ہیں اور کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

ایل جی اور وزیر اعلیٰ کا تنازع سپریم کورٹ میں سنوائی 3 مارچ کو

سپریم کورٹ نے کہا کہ وہ قومی دارالحکومت دہلی میں انتظامی 'خدمات' پر کنٹرول کے دائرہ اختیار کی بابت مرکز اور دہلی حکومتوں کے درمیان جاری تنازعہ پر تین مارچ کو سماعت کرے گا۔چیف جسٹس این وی رمن اور جسٹس اے ایس بوپنا اور جسٹس ہیما کوہلی کی بینچ نے دہلی حکومت کی جانب سے پیش سینئر وکیل ڈاکٹر ابھیشیک منوسنگھوی کی اس معاملے پر جلد شنوائی کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے تین مارچ کے لیے فہرست بند کرنے کا حکم دیا۔ڈاکٹر سنگھوی نے چیف جسٹس کی صدارت والی تین رکنی بنچ کے سامنے 'خصوصی ذکر' کے دوران دلائل پیش کرتے ہوئے جلد شنوائی کیے جانے کی ضرورت بتلائی اور آئندہ پیر کو سماعت کے لیے عرضی دائر کی تھی۔لیفٹیننٹ گورنر (ایل جی) کے ذریعے دارالحکومت دہلی کی انتظامی 'خدمات' کو براہ راست کنٹرول کرنے کے مرکزی حکومت کے فیصلے کو) ریاستی کابینہ کے مشورے کے بغیر (ریاست کی کیجریوال حکومت نے چیلنج کیا ہے۔قبل ازیں تنازعہ پر اپریل 2019 میں 'خدمات' کے دائرہ اختیار کے سوال پر دو رکنی بینچ کے ججوں نے الگ الگ رائے ظاہر کیے تھے۔اس کے بعد اس معاملے کو بڑی بینچ کے سامنے بھیج دیا گیا تھا۔

حجاب تنازع:مسلم لڑکیاں کلاس چھوڑنے پر مجبور

طالبات کے حجاب پر کالج انتظامیہ نے اعتراض کیا۔جب ہبلی کے ایس جے ایم وی ویمنس کالج میں حجاب کو لے کر تنازعہ بڑھ گیا تو انتظامیہ نے انسٹی ٹیوٹ کو ہی بند کرنے کا فیصلہ کیا۔طالبات کا کہنا ہے کہ ہم آج کلاسز میں آئے تھے لیکن کالج انتظامیہ نے داخلے کے لیے برقع اور حجاب اتارنے کو کہا۔ہم برقعہ اتارنے کے لیے تیار ہیں، لیکن حجاب نہیں اتاریں گے۔انتظامیہ کی طرف سے طالبات کو سمجھانے کی بہت کوشش کی گئی لیکن ان کی بات نہ ماننے اور تنازع بڑھنے کی وجہ سے کالج کو ہی بند کرنے کی کوشش کی گئی۔کالج کے انتظامی افسر لنگراج انگادی نے کہا ہے کہ ہم نے ہائی کورٹ کے حکم کی تعمیل کی ہے، جس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ طالبات کو اسکولوں اور کالجوں میں ڈریس کوڈ پر عمل کرنا ہوگا۔لیکن کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ ہم حجاب کے بغیر ادارے میں نہیں آئیں گے۔اس لیے آج ہم نے چھٹی کا اعلان کیا ہے۔ادھر حجاب تنازعہ پر کرناٹک ہائی کورٹ میں ایک بار پھر سماعت ہوئی ہے۔ سماعت کے دوران طالبات کی نمائندگی کرنے والے وکیل نے کہا تھا کہ حجاب اسلام کا حصہ ہے۔

ہریانہ پرائیویٹ سیکٹر ریزرویشن، سپریم کورٹ کا ہائی کورٹ کو نظر ثانی کا حکم

سپریم کورٹ نے ہریانہ میں نجی شعبے کی ملازمتوں میں 75 فیصد ریزرویشن سے متعلق ریاستی حکومت کے نوٹیفکیشن پر پنجاب اور ہریانہ ہائی کورٹ کے امتناع سے متعلق فیصلے کو مسترد کردیا۔سپریم کورٹ نے ریاستی حکومت کے نوٹیفکیشن پر روک لگانے کے ہائی کورٹ کے حکم کو منسوخ کرنے کے ساتھ ہی اس معاملے میں ہائی کورٹ سے چار ہفتوں کے اندر دوبارہ سماعت کرنے کی درخواست کی،جسٹس ایل ناگیشور راؤ اور جسٹس پی ایس نرسمہا کی بینچ نے متعلقہ فریقوں کے دلائل سننے کے بعد کہا کہ ہائی کورٹ نے روک لگانے کے حق میں اپنے فیصلے پر خاطر خواہ وجوہات نہیں بتلائی ہے۔

سائبر کرائم کی روک تھام کے لیے مرکز ریاستوں کو امداد فراہم کرے

پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی نے وزارت داخلہ سے سائبر کرائم کی روک تھام کے لئے تمام ریاستوں میں سائبر ٹریننگ لیبارٹریوں کے قیام اور موجودہ تربیتی ڈھانچے کو مضبوط بنانے کے لیے مناسب فنڈ مختص کرنے کی سفارش کی ہے۔ کانگریس کے سینئر لیڈر آنند شرما کی صدارت میں پارلیمنٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی نے حال میں ہی سونپی گئی رپورٹ میں ملک میں سائبر جرائم کی بڑھتی ہوئی شرح پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا نیشنل ریکارڈ بیورو کے اعداد وشمار کے مطابق سال 2018 میں سائبر کرائم کے معاملے 27,248 تھے جو سال 2020 میں بڑھ کر 50,035 ہو گئے۔کمیٹی کا موقف ہے کہ یہ جرائم بنیادی طور پر مالی لین دین سے متعلق ہیں۔مجرم نہ صرف معصوم اور کمزور خاص طور پر بزرگ لوگوں کو نشانہ بناتے ہیں اور ان کی بچت ہڑپ لیتے ہیں۔وہ معروف شخصیات کو بھی دھوکہ دیتے ہیں۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ملک میں بڑھتے ہوئے سائبر جرائم سے نمٹنے کے لیے خصوصی تربیت کی ضرورت ہے۔کمیٹی نے پولیس اہلکاروں کو تربیت دینے کے لئے ریاستی تربیتی اکیڈمیوں کے ساتھ تال میل قائم کرنے اور سائبر جرائم سے نمٹنے کے لیے انہیں وقتاً فوقتاً نئے تکنیکی آلات سے اپ گریڈ کرنے کے لیے سفارش کی ہے۔کمیٹی نے تربیتی اکیڈمیوں میں سائبر ماہرین کو بھرتی کرنے کا بھی مشورہ دیا ہے۔

Volume:62/72,Issue:08 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

حیا سے حسن کی قیمت دو چند ہوتی ہے
نہ ہو جو آب تو موتی کی آبرو کیا ہے
(نامعلوم)

نفرتوں اور سازشوں کا طوفان، مسلمان ہوشیار رہیں!

مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

ملک میں ہندو انتہا پسند تنظیموں کے ذریعہ پھیلائی گئی مذہبی منافرت اس وقت پورے عروج پر ہے، جس کے سبب دن بدن حالات سنگین اور نازک ہوتے جارہے ہیں، جب سے سیاسی گلیاروں میں ’’بھگوا گچھا‘‘ ڈال کر مسلمانوں کو ’’مارنے، کاٹنے اور گولی مارنے‘‘ والے اونچی اونچی کرسیوں پر براجمان ہونے لگے ہیں، تب سے سرعام ہی نہیں بلکہ بر سر اسٹیج بھی دھرم کا نام لیکر مسلمانوں کو گالیاں دینے کا ایک مقبول ترین ٹرینڈ سا چل پڑا ہے، آج کل جسے دیکھو گلے میں بھگوا کپڑا ڈال کر ہر گلی کوچے پر برساتی مینڈھکوں کی طرح صرف مسلمانوں کے خلاف ’’ٹرٹر‘‘ کرتا ہوا نظر آتا ہے ’’ہندو خطرے میں ہے، ہندو جاگ گیا ہے۔ اس طرح کی سنگین زہر افشانی کرکے ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت کا ماحول بنایا جارہا ہے اور ان کو ’’گئو ہتیا، دھرم پریورتن اور لوجہاد‘‘ جیسی کوئی بھی فرضی کہانی گڑھ کر مارا، پیٹا اور کاٹا جارہا ہے، جس ملک کی آزادی کے لیے ہمارے اسلاف نے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ دیا آج وہی ہمارا مستقبل بنتا نظر آرہا ہے اور اسی سے ہمیں نکالنے کی سازش رچی جارہی ہے۔ آج ملک کے کونے کونے میں، ہندو مہاسبھا، ہندو رکشا دل، ہندو جاگرن منچ، ہندو یوا واہنی جیسی ہزاروں فرقہ پرست تنظیمیں مسلمانوں کے خلاف نفرتوں کی سوداگری کرنے میں لگی ہوئی ہیں، کیوں کہ نفرت کے اس کاروبار سے انھیں کئی طرح کے فائدے ہوتے دکھ رہے ہیں، ایک تو لوکل انتظامیہ پران کی دھاک بیٹھ جاتی ہے جس کے سبب پولیس والے انھیں داماد سے کم نہیں سمجھتے، جس کی آڑ میں ’’اگاہی‘‘ کا دھندا خوب پھلتا پھولتا ہے، اپنے مفاد کے لیے کسی بھی معاملے کو ’’ہندو مسلم‘‘ کا رنگ دے کر سامنے والے کا جنازہ نکالنا بڑا ہی آسان ہوجاتا ہے اور قانون کے ہاتھ لمبے ہونے کے باوجود بھی ان غنڈوں کے گریبان تک نہیں پہنچ پاتے بلکہ بعض اوقات تو قانون کے یہ لمبے ہاتھ اس ’’شبھ کاریہ‘‘ میں اپنی ’’سکھا گیتا‘‘ نبھانے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔ دوسرے سیاسی گلیاروں میں ایسوں کی رسائی بہت جلد ہوجاتی ہے، جو جتنا مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتا ہے اس کا سیاسی قد اتنا ہی اونچا ہوجاتا ہے اور اگر کوئی ’’گولی مارو سالوں کو‘‘ جیسا سپرہٹ نعرہ لگادیا تو بس راتوں رات منسٹری اور کابینہ تک میں جگہ مل جاتی ہے، مطلب یہ کہ اس ’’بھگوا گچھا‘‘ اور ’’ہندو‘‘ شبد کی آڑ میں پرلے درجے کی غنڈہ گردی ’’سیوا‘‘ ہوجاتی ہے اور بڑے سے بڑا ناجائز کام ’’جائز‘‘ پھر تو آپ گئو رکشا کے نام پر پشو تسکروں سے اگاہی کیجئے، وداگیری کیجئے یا رنگداری! کوئی روک ٹوک نہیں اور اگر کبھی محلے کے کسی مسلمان سے تو تو میں میں ہوجائے تو بس اپنے مکان پر ’’مکان بکاؤ ہے‘‘ لکھ دیجئے پھر دیکھئے، ایسے حالات پیدا کردیے جائیں گے کہ بے چارہ وہ مسلمان اونے پونے داموں میں اپنا مکان بیچ کر بھاگتا ہوا نظر آئے گا۔ انھیں سیاسی امیدوں اور دنیاوی مفاد کو حاصل کرنے کے حرص وہوس میں آج کل ہندو انتہا پسند تنظیموں کی طرف سے بڑے زوروشور سے یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمان لڑکوں اور غیر مسلم لڑکیوں کے درمیان شادی کے جو واقعات پیش آرہے ہیں، وہ کوئی پیار ومحبت کا معاملہ نہیں بلکہ ایک منصوبے کے تحت ہے، جس کا مقصد ہندو لڑکیوں کو پیار ومحبت کے جال میں پھنسا کر ان سے شادی کرنا اور بالآخر ان کو مسلمان بنانا ہے، جسے ’’لو جہاد‘‘ کا اختراعی نام دیا جارہا ہے، اس کے ساتھ ہی یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ مسلمان چاہے جنگ کے میدان میں ہو یا پیار کے میدان! ہر حال میں وہ صرف ’’جہادی‘‘ ہوتا ہے، جبکہ اس حقیقت کو پارلیامنٹ میں سابق ہوم منسٹر راج ناتھ سنگھ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ’’ہندوستان میں لو جہاد جیسی کوئی چیز نہیں ہے‘‘ ایک سوال کے جواب میں وزیر جی کشن ریڈی نے بھی لوک سبھا میں کہا تھا کہ ملک میں ’’لو جہاد‘‘ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ابھی تک کسی بھی ایجنسی نے اس سلسلہ میں کوئی اطلاع یا رپورٹ نہیں دی ہے، نہ ہی مرکز یا ریاستوں نے کوئی ایسا سروے کرایا جس سے پتہ چل سکے کہ ملک میں ’’لو جہاد‘‘ کا کوئی معاملہ معرض وجود میں آیا ہے، ان سبھی حقائق کے باوجود بی جے پی کی زیر اقتدار کئی ریاستیں اس فرضی ’’لو جہاد‘‘ کے خلاف قانون بنا چکی ہیں اور کچھ اس کی تیاریوں میں مصروف ہیں، یہ طرز عمل اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ یہ صرف مسلمانوں کو بدنام کرنے اور ان کے خلاف نفرت کا ماحول پیدا کرنے کی ایک گندی سازش ہے اور کچھ نہیں، لو جہاد کا فرضی شوشہ سب سے پہلے کچھ موقع پرست سیاسی لیڈروں نے چھوڑا، پھر میڈیا نے اس مفروضے کو نمک مرچ لگا کر اس قدر اچھالا کہ آج ملک کا ہر تیسرا ہندو ’’لو جہاد‘‘ کے ’’افسانے‘‘ کو حقیقت تسلیم کرنے لگا ہے، جبکہ حقیقت سے اس کا دور دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔

مسلم لڑکیوں کو برباد کرنے کا طریقہ

مسلم لڑکیوں کو محبت کے جال میں پھانس کر ان کی زندگی تباہ وبرباد کرنے یا ان کا دھرم پریورتن کرانے کے لیے بجرنگ دل جیسی ہندو انتہا پسند تنظیمیں ہندو لڑکوں کو باقاعدہ ٹریننگ دیتی ہیں، انھیں ایسے اسکول، کالج اور یونیورسٹی کو ٹارگیٹ کرنے کو کہا جاتا ہے جہاں مسلم لڑکیاں زیادہ پڑھتی ہیں، انھیں تنہا مسلم لڑکیوں کو پھنسانا ہے اس کا ہدف دیا جاتا ہے اور پکڑے جانے پر ان کو ہر طرح کی قانونی ومعاشی امداد فراہم کرنے کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ڈھائی ڈھائی لاکھ روپے بھی مہیا کرائے جاتے ہیں۔

اس پلاننگ کے تحت ہندو لڑکے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مسلم لڑکیوں کو منتخب کرتے ہیں، ان سے راہ ورسم بڑھاتے ہیں، موبائل نمبر شیئر کرتے ہیں، انھیں اعتماد میں لیکر ان کا جنسی استحصال بھی کرتے ہیں اور جب اپنی فرضی محبت کی سچی یقین دہانی کرانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو انھیں لے کر ایک دن گھر سے فرار ہوجاتے ہیں، بے چارے ماں باپ، بھائی بہن کہیں منہ دکھانے کے لائق نہیں رہتے، سماج میں طرح طرح کی باتیں اور طعنہ زنی کی جاتی ہے، موجودہ حالات پر گہری نظر رکھنے والے ایک فرد کے مطابق: کچھ ہندو نوجوانوں کے پاس گاؤں کی مسلم لڑکیوں کے نمبرات ہیں، جن کے ذریعہ وہ انھیں پھانستے ہیں، پیار کا جھانسا دیتے ہیں اور ان سے ان کا دین، ان کی عزت، ان کی آبرو چھین لینے کے بعد انھیں کہیں کا نہیں چھوڑتے، ایسے حالات میں سماج کے ڈر سے ماں باپ بھی اپنی مظلوم لڑکیوں کو اپنانے سے کتراتے ہیں، اس کے بعد وہ لڑکی کہیں کی نہیں رہتی، یا تو خودکشی کرلیتی ہیں، یا پھر جسم فروشی کے دلدل میں اتر جاتی ہیں۔ ان حالات میں سماج اور معاشرہ کے باثر اصحاب کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور سماج کی بچیوں کو نفرت کے سوداگروں سے بچانے کی تدبیر کرنی چاہئے، اگر ہم نے غفلت برتی تو نسلیں تباہ ہوں گی اور ہمارا تہذیبی اقدار ملیا میٹ ہوجائے گا۔

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (MMRM ITI)

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

کے درج ذیل ٹریڈس میں خواہش مند میٹرک پاس طلبہ داخلہ لے سکتے ہیں:

۱۔ڈرافٹ مین سول ۲۔فیٹر ۳۔الیکٹرانکس میکانک ۴۔پلمبر

ذیل میں دیئے گئے نمبرات پر مزید تفصیلات معلوم کرسکتے ہیں۔

رابطہ نمبر: 9304741811,8825126782,9065940134

سہیل احمد ندوی
سکریٹری

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں اور رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 **رابطہ اور واٹس اپ نمبر**

نقیب کے شائقین کے لیے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

(منیجر نقیب)

WEEK ENDING-21/02/2022. Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06

Scanned with CamScanner